ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

11 تا 17 جولائی 2002ء

☆ شیطان بزرگ (تجزیہ)

☆ اسلامی انقلاب کا نبوی منہاج (منبرومحراب)

☆ انسانیت کے نام پر دھبہ ــــ مگز...... (اداریہ)

اِمامت

تو نے پوچھی ہے اِمامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اَسرار کرے

ہے وہی تیرے زمانے کا اِمامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخِ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے

دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

فتنۂ ملتِ بیضا ہے امامت اُس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

ــــ اقبال ــــ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَھَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○﴾ (آیت ۱۴۱)

''وہ ایک امت تھی جو گزر چکی۔ ان کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم کمائی کرو گے' اور تم سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے۔''

یہاں اس پوری بحث کو سمیٹا جا رہا ہے جو حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ اور خانہ کعبہ کے متعلق چل رہی تھی اور اس ضمن میں بنی اسرائیل کے ساتھ جو ردّ و قدح جاری تھا۔ یہاں پھر وہی الفاظ آ گئے ہیں جو اسی رکوع میں پہلے بھی آ چکے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ ان کے بیٹے اسماعیل اور اسحٰق' ان کے پوتے یعقوب (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور ان سب کی اولاد' یہ ایک امت تھی جو گزر چکی۔ جو انہوں نے کمائی کی وہ ان کے لئے ہے اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم کمائی کرو گے۔ یہاں ایک ہی رکوع میں دو مرتبہ یہ الفاظ لا کر آباء پرستی کے نظریئے اور اپنے بزرگوں اور اسلاف کا سہارا لینے کی جڑ کاٹی گئی ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی اونچے رہے ہوں' سوال یہ ہے کہ تم کیا ہو؟ یہ مان لیا کہ ''پدرم سلطان بود'' کے مصداق تمہارا باپ بادشاہ تھا' مگر تم خود کیا ہو؟ ؎

تھے تو وہ آباء تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو!

ٹھیک ہے تمہارے آباء و اجداد بہت بڑے تھے' عظیم تھے' بڑی بزرگ شخصیات تھیں' لیکن تمہیں یہ سوچنا چاہئے کہ انہوں نے اپنی زندگی جس طور سے گزاری ہے' جو بھی نیکیاں انہوں نے کمائیں' جو کمالات حاصل کئے وہ سب ان کے لئے ہیں' ان سب کا فائدہ آخرت میں انہیں حاصل ہوگا نہ کہ تمہیں۔ تمہارے لئے تو وہ ہوگا جو تم کماؤ گے۔ از روئے الفاظ قرآنی: ﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ○﴾ ''اور یہ کہ کسی انسان کے لئے نہیں ہے مگر وہی کچھ جو اس نے خود محنت سے حاصل کیا''۔ اسے وہی کچھ مل کر رہے گا جس کے لئے اس نے خود محنت' جدوجہد' بھاگ دوڑ اور ایثار و قربانی کا معاملہ کیا۔ چنانچہ حضور ﷺ کا فرمان بھی ہے ''جس شخص کے عمل نے اسے پیچھے کر دیا ہو' اس کا نسب اسے آگے نہیں کر سکے گا۔'' اصل میں امتوں کے اندر جو فساد آتا ہے تو اس کی وجہ یہی آباء پرستی ہوتی ہے کہ ہمارے بڑوں' بزرگوں کی وجہ سے ہماری نجات ہو جائے گی' ہم ان کے نام لیوا ہیں' ہم انہی کا دامن پکڑے ہوئے پل صراط سے گزر کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اس نامعقول عقیدے کی نفی قرآن میں یہ کہہ کر کر دی گئی ہے کہ دنیا میں جو بھاگ دوڑ تم نے کی وہ آخرت میں تمہارے سامنے رکھ دی جائے گی۔ اگر ذرے کے ہم وزن نیکی کی ہوگی تو وہ بھی سامنے موجود پاؤ گے اور اگر ذرے کے ہم وزن برائی کمائی ہوگی تو اسے بھی سامنے موجود پاؤ گے۔ اور تم سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تمہارے آباء و اجداد کیا کرتے تھے؟ اپنی جواب دہی وہ خود کریں گے۔ تم سے تو یہ پوچھا جائے گا کہ تم کیا کمائی کر کے لائے ہو؟ ان کے اعمال کے حوالے سے تمہارا فیصلہ نہیں ہوگا۔ تمہارا فیصلہ تمہارے اپنے اعمال کی بنا پر ہوگا۔

☆ ☆ ☆

دنیا کی محبت اور موت سے فرار کے نتائج

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((یُوْشِکُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰی عَلَیْکُمْ کَمَا تَدَاعَی الْاَکَلَۃُ اِلٰی قَصْعَتِھَا)) فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّۃٍ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ' قَالَ: ((بَلْ اَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ کَثِیْرٌ' وَلٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ' وَلَیَنْزِعَنَّ اللّٰہُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمُ الْمَھَابَۃَ مِنْکُمْ وَلَیَقْذِفَنَّ فِیْ قُلُوْبِکُمُ الْوَھْنَ)) قَالَ قَائِلٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الْوَھْنُ؟ قَالَ: ((حُبُّ الدُّنْیَا وَکَرَاھِیَۃُ الْمَوْتِ)) (رواہ ابو داؤد' مشکوٰۃ' باب تغیر الناس)

''حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب قومیں تمہیں ختم کرنے کے لئے اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کھانا کھلانے والا دستر خوان پر بلاتا ہے اور لوگ اُمڈ پڑتے ہیں''۔ کسی نے سوال کیا: کیا قلت تعداد کی وجہ سے ہماری یہ حالت ہو جائے گی؟ فرمایا: ''نہیں' بلکہ اُس زمانے میں تم تعداد میں تو بہت زیادہ ہو گے لیکن سیلاب کے جھاگ کی طرح تمہارا کوئی وزن نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھا دے گا اور تمہارے دلوں میں وہن پیدا ہو جائے گا''۔ کسی نے پوچھا: حضورؐ! وہن کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''دنیا کی محبت اور موت سے فرار''۔

کیسی سچی تصویر ہے جو آنحضور ﷺ نے کھینچی ہے اس زمانے کے مسلمانوں کی۔ کاش اب بھی ہم ہوش کے ناخن لیں اور اللہ کی طرف رجوع کریں اور آخرت کی کامیابی کو اپنی کامیابی بنا لیں تو اللہ تعالیٰ ہمارے حالات کو بدل دے اور پھر روئے ارضی پر اللہ کے دین کے غلبے کی صورت پیدا ہو جائے!!

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 11 شمارہ 27

11 تا 17 جولائی 2002ء

(29 ربیع الثانی تا 6 جمادی الاول 1423ھ)

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

معاونین: مرزا ایوب بیگ، سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار، طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

قیمت: 5 روپے

سالانہ زر تعاون

اندرون ملک ...... 250 روپے

بیرون پاکستان

☆ یورپ ایشیا افریقہ وغیرہ

.... 1500 روپے

☆ امریکہ کینیڈا آسٹریلیا وغیرہ

.... 2200 روپے

اداریہ　　　　بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ عاکف سعید

انسانیت کے نام پر دھبہ ــــ مگر.....

گزشتہ ہفتے جنوبی پنجاب کے ضلع مظفر گڑھ کے ایک قصبے میر والا' جتوئی میں مقامی پنچایت کے ایک شرمناک فیصلے اور اس کے نتیجے میں جنم لینے والے روح فرسا واقعات پر نہ صرف قومی اخبارات کی شہ سرخیاں مسلسل چار پانچ روز تک چیخ و پکار کرتی نظر آئیں بلکہ انٹرنیشنل پریس میں بھی ان واقعات کے حوالے سے پاکستانی معاشرے کی جاہلانہ رسومات وروایات پر شدید تشویش کا اظہار نہایت بلند آہنگ کے ساتھ کیا جاتا رہا۔ بلاشبہ حوا کی بیٹی کے ساتھ اس نوع کا انسانیت سوز سلوک اور بے انصافی روئے ارضی کے خواہ کسی بھی گوشے میں ہو نہایت افسوسناک اور حد درجہ قابل مذمت ہے' لیکن ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' میں عورت ذات کے ساتھ یہ ظلم و ناانصافی اور صنف نازک کی یہ تذلیل وتحقیر تو انتہائی باعث شرم اور قابل نفرین ہے ـــ ستم بالائے ستم یہ کہ سب کچھ ان نام نہاد مسلمانوں کے ہاتھوں ہوا جو اُس دین کے ماننے والے ہیں جو پوری انسانیت کے لئے کامل عدل وانصاف کا ضامن ہے اور اُس نبی آخر الزمان ﷺ کے امتی ہیں جنہوں نے عورت کو عزت واحترام کا وہ بلند مقام دیا جو آج تک نہ کوئی مذہب دے سکا اور نہ کوئی سیکولر نظام۔ یہ واقعہ بلاشبہ انسانیت کے نام پر ایک بدنما دھبہ اور مسلمانان پاکستان کے ماتھے پر کلنک کے ایک ٹیکے سے کم نہیں۔ ملک بھر میں اس واقعے کے حوالے سے خواتین تنظیموں کی جانب سے جو احتجاجی مظاہرے ہو رہے ہیں اور قومی اخبارات میں کالم نگار حضرات اس پر جو نوحہ خوانی کر رہے ہیں وہ یقیناً بلاجواز نہیں ہیں لیکن اصل توجہ اب اس جانب ہونی چاہئے کہ پہلے ان اسباب کا تعین کیا جائے جو ایسے روح فرسا واقعات کے پس پردہ کارفرما ہیں اور پھر ان کے تدارک کے لئے ٹھوس اور پائیدار اقدامات کئے جائیں۔

اس ضمن میں یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اس نوع کے شرمناک واقعات کا اصل سبب جہالت اور دین سے دوری ہے۔ تاہم اگر ایک درجہ مزید نیچے اتر کر غور کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ جہالت کا اصل سبب ہمارے ملک میں قائم جاگیرداری نظام ہے جو اپنی بدترین صورت میں بلوچستان میں موجود ہے۔ لیکن بالائی سندھ اور جنوبی پنجاب کے اضلاع میں بھی جاگیرداری نظام کے منحوس سائے تاحال محسوس کئے جا سکتے ہیں۔ جاگیردار اور لینڈ لارڈ اپنے ہاریوں' کسانوں اور مزدوروں کو غلاموں کا درجہ دیتے ہیں اور اس امر کا پورا اہتمام کرتے ہیں کہ ان کے زیر تسلط علاقوں میں علم کی روشنی اور اسلامی تعلیمات کا نور پھیلنے نہ پائے۔ چنانچہ ایسے علاقوں میں جاہلانہ رسومات اور وحشیانہ روایات کی عملداری ہوتی ہے۔ یہاں منطقی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ 54 سال گزرنے کے باوجود اس ملک سے جاگیرداری نظام اور سودی سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ کیوں نہ کیا جا سکا اور دینی اقدار و آگہی کو فروغ کیوں دیا نہ جا سکا' لیکن اس سوال پر غور وفکر کو ہم کسی آئندہ اشاعت کے لئے موخر کرتے ہوئے قارئین کی توجہ اس اہم نکتے کی جانب مبذول کرانا ضروری خیال کرتے ہیں کہ جنوبی پنجاب کے ایک قصبے کی پنچایت کے اس فیصلے کو تو ہم بجا طور پر انتہائی قابل مذمت اور لائق ملامت سمجھتے ہیں جو ایک بے گناہ عورت کی ناموس کی دھجیاں بکھیرنے کا موجب ہوا' ـــــ لیکن ملک کی سب سے بڑی پنچایت کے اس فیصلے پر ہمارے احساسات مردہ اور زبانیں گنگ کیوں ہیں کہ جو ایک ایسے گھناؤنے جرم کو پورے ملک میں برقرار رکھنے اور اسے فروغ دینے کی حمایت میں ہے جس کی شناعت کے بارے میں اللہ کے سچے نبی ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ: ''سود کے گناہ کے ستر (70) حصے ہیں' ان میں سے ہلکا ترین حصہ اس کے مساوی ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے۔'' اور قرآن حکیم کا دوٹوک فیصلہ یہ ہے کہ: ''اگر تم سود نہیں چھوڑتے تو سن لو اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔'' ہم اگر اندھے اور بہرے بنے رہنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہوں تو بات دوسری ہے' لیکن اگر اللہ اور رسولؐ کے ان فرمودات پر سرسری سی توجہ بھی کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس زمین کے اوپر اور آسمان سے نیچے تمام عملی گناہوں میں سود سے بڑھ کر گھناؤنا اور سنگین گناہ کوئی نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر موضع میر والا میں جس گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا گیا اس سے سینکڑوں گنا بڑا جرم سودی معیشت اور سودی لین دین ہے جس کے ارتکاب میں ہم کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے اور جسے ملک کی اعلیٰ ترین پنچایت یعنی سپریم کورٹ کے ذریعے جاری رکھنے کا فیصلہ حکومت نے یہ کہہ کر انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ کرایا ہے کہ ''چونکہ سودی معیشت کا برقرار رکھنا قومی وانسانی مفاد میں ہے لہٰذا خواہ اسلام میں اسے حرام کہا جاتا ہو' ہم تو اسے برقرار رکھیں گے۔'' اسلام کی رو سے انسانیت کے نام پر اس سے بڑا دھبہ اور کوئی نہیں ہو سکتا! ـــــ اور کیا اس گھناؤنے ترین جرم کا ارتکاب کر کے ہم نے من حیث القوم اللہ کے غضب کو دیدہ ودانستہ دعوت نہیں دی۔!!!

محمد عربی ﷺ نے جو انقلاب برپا کیا وہ عظیم ترین' گھمبیر ترین' جامع ترین اور ہمہ گیر ترین انقلاب تھا

آپؐ کے لائے ہوئے انقلاب میں تو یہ جائزہ لینا پڑتا ہے کہ آیا کوئی ایسی شے بھی ہے جو نہ بدلی ہو

ایم این رائے کہتا ہے کہ تاریخ انسانی کا عظیم انقلاب وہ تھا جو محمد عربی ﷺ نے برپا کیا تھا

منہج انقلاب نبویؐ کے موضوع پر امیر تنظیم اسلامی کے سلسلہ وار خطبات میں ۵ جولائی ۲۰۰۲ء کے خطبہ جمعہ کی تلخیص

جب ہم اپنے غور و فکر کے نتیجے میں اس حقیقت تک رسائی حاصل کرتے ہیں کہ پاکستان کا استحکام ہی نہیں بقا کا دارومدار بھی اسلامی نظام کے قیام پر ہے تو سب سے اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی نظام کے قیام کا طریق کار کیا ہوگا؟ اس ضمن میں قرآن حکیم سے ہمیں ایک اہم رہنمائی یہ ملتی ہے کہ رسولوں کے طریق کار اور منہاج جدا جدا تھے۔ سورۂ مائدہ کے ساتویں رکوع میں تورات' انجیل اور قرآن حکیم کا بالترتیب ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا:

''تم میں سے ہر ایک (امت/قوم) کے لئے ہم نے ایک شریعت اور ایک منہاج (طریق کار) معین کیا ہے۔''

یعنی جس طرح تمام رسولوں کی شریعتیں جدا جدا تھیں اسی طرح ان کے کام کرنے کا منہاج بھی ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کا منہاج حضرت موسیٰؑ کے منہاج سے جدا تھا۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے منہاج بھی ایک دوسرے سے مختلف تھے۔

اب دوسرا سوال یہ ہے کہ ہمارے لئے اللہ نے کون سا منہاج معین کیا ہے؟ ہم کس رسول کے منہاج کو اختیار کرنے کے پابند ہیں؟ اس کا جواب سورۂ احزاب میں ہے' ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''بے شک تمہارے لئے اللہ کے رسول (حضرت محمد ﷺ) کی زندگی ہی میں بہترین نمونہ ہے۔''

مختصر یہ کہ دین کے قیام اور نفاذ اسلام کے لئے امت محمدؐ کو وہی منہاج اختیار کرنا ہوگا جو آنحضور ﷺ کا تھا' یعنی آج بھی اگر حقیقی اسلامی انقلاب برپا ہوگا تو خالصتاً اسی نہج پر ہوگا کہ جس نہج پر حضرت محمد ﷺ نے برپا کیا تھا۔ اس ضمن میں امام مالکؒ کا یہ قول بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہے کہ ''اس امت کے آخری حصہ کی اصلاح نہیں ہو سکے گی مگر صرف اُسی طریق پر کہ جس پر پہلے حصہ کی اصلاح ہوئی تھی۔'' لہٰذا آج اگر ہم اس فریضے کی ادائیگی کے لئے کمربستہ ہوتے ہیں تو ہمارے لئے قابل غور امر یہ ہوگا کہ وہ اسوۂ محمدیؐ یا منہاج محمدیؐ کیا ہے!

اس ضمن میں تین تمہیدی باتیں گوش گزار کرنا چاہتا ہوں:

۱۔ سب سے پہلے تو یہ کہ انقلاب کسے کہتے ہیں! انقلاب کے لفظی معنی تبدیلی کے ہیں۔ اصطلاح میں انقلاب سے مراد انسان کی اجتماعی زندگی کے تین اہم گوشوں یعنی سیاسی نظام' معاشرتی نظام اور معاشی نظام میں سے کسی ایک یا تینوں میں بنیادی نوعیت کی تبدیلی کا واقع ہو جانا ہے۔

۲۔ تمام انبیاء و رسل کی جماعت میں وہ کامل انقلاب پہلی بار صرف آپؐ کے ہاتھوں برپا ہوا جس کی تمام رسول دعوت دیتے آئے تھے۔

۳۔ آنحضور ﷺ نے جو انقلاب برپا کیا وہ عظیم ترین' گھمبیر ترین' جامع ترین اور ہمہ گیر ترین انقلاب تھا۔

اس اعتبار سے اس عظیم انقلاب کا ذرا تاریخ انسانی کے دو مشہور انقلابات سے تقابل کیجئے۔ انقلاب فرانس یقیناً ایک بہت بڑا انقلاب تھا۔ دنیا سے بادشاہت کے خاتمے اور جمہوریت کے دور کا آغاز اسی انقلاب فرانس سے ہوا' جو سوا دو سو برس قبل رونما ہوا۔ اسی طرح انقلاب روس یعنی بالشویک انقلاب بھی یقیناً ایک عظیم انقلاب تھا' جو ۱۹۱۷ء میں آیا۔ یہ انقلاب اگرچہ آج اپنی موت آپ مر چکا ہے لیکن ایک وقت تھا کہ یہ انقلاب بڑی سرعت کے ساتھ روس سے ہوتا ہوا لاطینی امریکہ تک جا پہنچا۔ ان دونوں انقلابات کا جائزہ لیں تو یہ حقائق سامنے آتے ہیں کہ یہ دونوں جزوی انقلاب تھے۔ انقلاب فرانس کے نتیجے میں صرف سیاسی ڈھانچہ بدلا جبکہ باقی زندگی جوں کی توں رہی۔ دوسری طرف بالشویک انقلاب کے ذریعے بھی صرف معاشی ڈھانچہ بدلا لیکن زندگی کے دیگر گوشوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اس پس منظر میں اگر یہ دیکھا جائے کہ محمد عربی ﷺ کا لایا ہوا انقلاب کس قدر جامع اور گھمبیر ترین تھا تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ اس انقلاب کے ذریعے اجتماعی ہی نہیں انفرادی زندگی کا بھی ہر پہلو بدل گیا بلکہ آپؐ کے انقلاب میں تو یہ جائزہ لینا پڑتا ہے کہ آیا کوئی ایسی شے بھی ہے جو نہ بدلی ہو۔

یہ وہ بات ہے کہ جس کا اعتراف صرف اپنوں ہی نہیں غیروں نے بھی کیا ہے اور جس کا انکشاف پورے عالم انسانی پر ہو چکا ہے۔ اس ضمن میں آپ کے سامنے چند مثالیں رکھنا چاہتا ہوں جن سے یہ واضح ہو جائے کہ حضور ﷺ کے اس کارنامے کے غیر مسلم بھی معترف ہیں۔ حقیقت میں اصل فضیلت بھی وہی ہے جس کا اعتراف و اقرار دشمن بھی کریں۔

چنانچہ پچھلی صدی کے بالکل آغاز میں اسی شہر لاہور میں ایک معروف کمیونسٹ لیڈر ایم این رائے نے 1920ء میں ''بریڈلا ہال'' میں (جو اب شاید کھنڈرات کی صورت اختیار کر گیا ہوگا یا وہاں کوئی اور چیز تعمیر ہو چکی ہوگی) ایک لیکچر دیا تھا جس کا موضوع The Historical Role of Islam تھا' جو کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔ ایم این رائے ''کمیونسٹ انٹرنیشنل'' کا ممبر تھا۔ وہ اپنی اس کتاب میں صاف صاف کہتا ہے کہ تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب وہ تھا جو محمد عربی ﷺ نے برپا کیا تھا۔

حضور ﷺ کے جانشینوں اور جاں نثاروں نے جس سرعت کے ساتھ فتوحات حاصل کیں اور عراق' شام' ایران' مصر جس تیزی کے ساتھ فتح کئے ـــــ اگرچہ اس تیزی کے ساتھ تاریخ انسانی میں فتوحات پہلے بھی ہوئی ہیں لیکن ان فاتحین کی فتوحات محض ہوس ملک گیری کا شاخسانہ تھیں۔ اس نے انہیں brute military campaigns قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے نتیجے میں کوئی نئی تہذیب یا کوئی نیا تمدن وجود میں نہیں آیا' دنیا میں کوئی روشنی نہیں پھیلی' کوئی علم کا فروغ نہیں ہوا ـــــ جبکہ محمد عربی ﷺ اور آپؐ کے جانشینوں کے ذریعے سے شرقاً غرباً جو فتوحات بڑی تیزی کے ساتھ ہوئی ہیں ان کے نتیجے میں ایک نیا تمدن' نئی تہذیب' علم کی روشنی اور انسانی اقدار کا فروغ وجود میں آیا۔ ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جو ہر طرح کی زیادتیوں سے پاک تھا۔ اس میں سیاسی جبر نہیں تھا' اس میں معاشی استحصال نہیں تھا' اس میں کوئی سماجی فرق و تفاوت نہیں تھا۔ یہ ہے آنحضور ﷺ کی وہ عظمت کہ جس کا اظہار ایک ایسے انقلابی لیڈر نے گزشتہ صدی کے ربع اول میں کیا' جو مسلمان نہیں تھا بلکہ مذہباً ہندو اور مسلکاً کمیونسٹ تھا۔

دوسری طرف گزشتہ صدی کے ربع آخر (1980ء) میں امریکہ میں ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کی کتاب The Hundred منظر عام پر آئی' جس میں اس نے پوری معلوم تاریخ کا جائزہ لیا ہے کہ تاریخ کے سفر کے دوران کن کن شخصیات نے تاریخ کے دھارے کا رخ موڑا ہے۔ اس نے ایسے سو افراد کو چن کر ان کی درجہ بندی (Gradation) کی ہے کہ کس شخصیت نے سب سے زیادہ تاریخ کے دھارے کو متاثر کیا ہے اور سب سے زیادہ گھمبیر انداز میں اسے موڑا ہے۔ چنانچہ اس نے حضرت محمد ﷺ کو اس درجہ بندی میں سب سے اوپر رکھا ہے۔ اس کتاب کا مصنف عیسائی ہونے کے باوجود حضرت عیسیٰؑ کو تیسرے نمبر پر لایا ہے جبکہ نیوٹن کو دوسرے نمبر پر لایا ہے۔ نیوٹن کی فزکس نے جس طرح سے تاریخ انسانی کو متاثر کیا ہے اس میں واقعتاً کوئی شک نہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے پورے explosion کا نقطۂ آغاز نیوٹن ہے۔ شخصیات کے انتخاب اور درجہ بندی میں مؤلف نے کوئی مذہبی پہلو مدنظر نہیں رکھا' نہ ہی اپنے عقائد کو پیش نظر رکھا ہے بلکہ اس کا موضوع ہی یہ ہے کہ تاریخ انسانی کے دھارے کے رخ کو موڑنے والی کون کون سی شخصیات ہیں۔ ان شخصیات میں اُس نے نمبر ایک پر محمد رسول اللہ ﷺ' نمبر دو پر نیوٹن اور نمبر تین پر حضرت مسیحؑ کو قرار دیا۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے' بلکہ اس نے خود سوال اٹھایا ہے کہ پوچھا جا سکتا ہے کہ میں ایک عیسائی ہوں اور عیسائی ہوتے ہوئے محمد (ﷺ) کو میں نمبر ایک پر کس اعتبار سے رکھ رہا ہوں؟ اس کا جواب وہ خود دیتا ہے:

"This is because he is the only person supremely successful in both the religious and the secular fields."

ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کا یہ بات کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تاریخ انسانی میں جتنی عظیم شخصیات ہیں وہ اگر ایک پہلو سے بلندی کی حامل ہیں تو بعض دوسرے پہلوؤں سے ان کا سرے سے کوئی مقام نہیں' ممکن ہے وہ کسی معاملے میں صفر ہوں' بلکہ شاید ان کے لئے کوئی Minus value معین کی جائے۔ مثلاً مشرق میں گوتم بدھ اور مغرب میں حضرت مسیح علیہ السلام دونوں کی مذہب اور روحانیت کے میدان میں اور پیروکاروں کی تعداد کے اعتبار سے عظمت مانی جاتی ہے' لیکن ریاست' سیاست اور معاملات ملکی میں ان دونوں کا کوئی مقام اور کوئی حصہ نہیں۔ اسی طرح دوسری طرف اٹیلا ہو' سکندر اعظم ہو یا اور بڑے بڑے حکمران جو دنیا میں گزرے ہیں' یہ عظیم فاتح اور جنگجو ہونے کے لحاظ سے تو بہت بلندی پر ہیں لیکن مذہبی میدان میں شرمناک حد تک پست درجہ رکھتے ہیں۔

یہ میں نے آپ کو گزشتہ صدی کے شروع و آخر سے دو مثالیں دی ہیں۔ اب ذرا صدی کے درمیان سے بھی مثال دے دوں۔ ایچ جی ویلز برطانوی سائنٹیفک فکشن رائٹر کی حیثیت سے بڑی شہرت رکھتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے تاریخ عالم پر دو کتابیں Short History of the World اور Concise History of the World لکھیں۔ مؤخر الذکر کتاب زیادہ ضخیم ہے اور اس میں آنحضور ﷺ پر جو باب ہے اس میں اس نے (میں اپنے دل پر جبر کر کے آپ کو بتا رہا ہوں کہ) ابتداء میں حضور ﷺ کی ذاتی' نجی اور خانگی زندگی پر نہایت رکیک حملے کئے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ جیسے ماضی قریب میں دو ملعون یعنی انگلینڈ میں سلمان رشدی اور بنگلہ دیش میں تسلیمہ نسرین نے آنحضور ﷺ کی شخصیت پر چھینٹے اڑائے ہیں اسی طرح کے چھینٹے ایچ جی ویلز نے حضور ﷺ کی ذاتِ مبارکہ پر خصوصاً خانگی زندگی کے حوالے سے اڑائے ہیں' لیکن جب وہ اس باب کے آخر میں پہنچتا ہے اور خطبہ حجۃ الوداع کا ذکر کرتا ہے تو آنحضور ﷺ کی عظمت کے سامنے گھٹنے ٹیک کر خراج تحسین ادا کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ وہ آپؐ کے الفاظ نقل کرتا ہے:

"لوگو! کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں! اسی طرح کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں! کسی سرخ و سفید رنگ والے شخص کو کسی سیاہ فام پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور اسی طرح کسی سیاہ فام کو کسی سفید فام پر کوئی فضیلت حاصل نہیں! فضیلت کی بنیاد صرف تقویٰ ہے۔ تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے۔"

ان جملوں کا وہ باقاعدہ حوالہ دیتا ہے اور پھر لکھتا ہے:

"اگرچہ انسانی حریت' اخوت اور مساوات کے وعظ تو دنیا میں پہلے بھی بہت سے کہے گئے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان چیزوں کے بارے میں مسیح ناصریؑ کے ہاں بھی بہت سے مواعظ حسنہ ملتے ہیں' لیکن یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ یہ صرف محمد عربی (ﷺ) تھے جنہوں نے تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ انہی اصولوں پر ایک معاشرہ باضابطہ طور پر قائم کر کے دکھایا۔"

اس تمہید سے ایک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر ہمیں اس حقیقی اور ہمہ گیر انقلاب برپا کرنے کا طریق کار معلوم کرنا ہو تو ہمارے لئے حضور ﷺ کی سیرت کے مطالعہ کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ یعنی فلسفۂ سیرت کے بغور مطالعہ سے ہی ہم انقلاب کا طریق کار اور اس کے مراحل و مدارج معلوم کر سکتے ہیں۔

اس موضوع سے متعلق گفتگو ان شاء اللہ آئندہ خطبات جمعہ میں جاری رہے گی۔

حالاتِ حاضرہ:

ہماری مشرقی اور مغربی سرحدوں پر پہلے ہی خطرے کے بادل منڈلا رہے ہیں اور ایسے نازک حالات میں حکومت ناعاقبت اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اندرونی طور پر وطن کی وفاداری کا دم بھرنے والے قبائلیوں اور عرب و دیگر غیر پاکستانی مجاہدین کے خلاف ملٹری ایکشن کر کے خانہ جنگی کے حالات پیدا کر رہی ہے جو کسی طور ملک و قوم کے لئے بہتر نہیں۔ وہ عرب اور چیچن مجاہدین جو خالص اللہ کی خوشنودی کے لئے روس کے خلاف جہاد میں شرکت کے لئے افغانستان آئے تھے اور بعد ازاں جنہوں نے طالبان کی اسلامی حکومت کی مدد کی تھی آج انہیں کوئی ملک پناہ دینے کو تیار نہیں۔ پاکستان جو ماضی میں ان کی بھرپور مدد کرتا رہا ہے' اب محض امریکہ کی خوشنودی کی خاطر انہیں خطرناک مذہبی دہشت گرد قرار دے کر ان کے خون سے کھیل رہا ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ کراچی کے اخبارات میں وزارت داخلہ کی طرف سے ایک اشتہار میں قرآنی آیات کے ذریعے انہیں مفسد اور منافق کہا گیا ہے۔ تاہم یہ بات لائق تحسین ہے کہ کراچی ہی کے ایک اخبار نے جوابی اشتہار میں انہیں پرزور انداز میں مجاہد قرار دے کر حکومت کو منہ توڑ جواب دیا ہے۔ ورنہ ہماری قوم تو گراوٹ کی اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ حال ہی میں حکومت نے بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عدالت عالیہ کے ذریعے بیک جنبش قلم امتناع سود کے فیصلے کو ختم کر دیا لیکن کہیں سے اس کے خلاف کوئی زوردار آواز نہیں اٹھی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پاکستانی قوم مردہ ہو چکی ہے اور اس میں خیر کی کوئی رمق باقی نہیں رہی۔

گزشتہ دنوں ملا عمر کی تلاش میں افغانستان کے صوبے ارزگان میں امریکی طیاروں کی ایک شادی کی تقریب پر بمباری کا واقعہ جس کے نتیجے میں ڈیڑھ سو کے لگ بھگ افراد ہلاک ہوئے' انتہائی شرمناک ہے۔ اس واقعہ پر کرزئی حکومت نے بھی امریکہ سے احتجاج کیا ہے جو

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

حکومت غیر ملکی مجاہدین کے خلاف ملٹری آپریشن کر کے خانہ جنگی کے حالات پیدا کر رہی ہے

ہو سکتا ہے افغانستان میں دوبارہ طالبان طرز کی کوئی تحریک شروع ہو جائے

شیطانِ بزرگ

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ایران میں انقلاب کے دوران اور انقلاب کے بعد ''مرگ بر امریکہ'' اور ''شیطانِ بزرگ امریکہ امریکہ'' کے زور دار نعرے لگے تو امریکہ کو مسلمانوں کا دشمن جانتے بوجھتے ہوئے بھی یہ نعرے قدرے سخت محسوس ہوئے اور امریکہ کی اکثر و بیشتر پالیسیوں سے سخت اختلاف رکھتے ہوئے بھی اسے بڑا شیطان کہا جانا کچھ عجیب سا لگا لیکن آج یہ بڑا شیطان کل انسانیت اور خصوصاً عالم اسلام کے خلاف جو غیر انسانی، غیر اخلاقی اور غیر جمہوری (جی ہاں غیر جمہوری بھی) رویہ اختیار کئے ہوئے ہے اس کو پوری طرح محسوس کرتے ہوئے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ہمارے ایرانی بھائیوں نے ہم سے پہلے اور ہم سے بہت بہتر انداز میں امریکیوں کو اور ان کی شیطنت کو سمجھا۔ اگرچہ امریکہ کا عالمی قوت بننے کا آغاز ہی بدترین ظلم سے ہوا تھا یعنی ۱۹۴۵ء میں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر بہت سے معصوم شہریوں کو انتہائی خوفناک طریقے سے ہلاک کر دیا۔ بہت سے معذور ہو گئے اور جب تک زندہ رہے ان کی حالت مُردوں سے بدتر رہی۔ حاملہ عورتوں کے حمل یا ضائع ہو گئے یا انہوں نے اپاہج بچوں کو جنم دیا اتنے قلیل وقت میں اتنی زیادہ اموات تاریخ میں پہلے کبھی نہ ہوئی تھیں اور نہ ہی اتنے بڑے پیمانے پر کسی علاقے میں اتنی زیادہ تباہی ہوئی ہوگی۔ پھر بھی بعض طبقات نے اسے جنگ کا حصہ قرار دیا۔ پھر یہ کہ امریکہ کی مدمقابل قوت سوویت یونین میں ایک ملحدانہ اور جابرانہ نظام حکومت قائم تھا اور یہ نظام دین و مذہب کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے پر تلا ہوا نظر آتا تھا لہٰذا امریکہ میں جمہوریت، تحریر و تقریر اور مذہبی سرگرمیوں کی آزادی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا اور امریکہ سوویت یونین کے خلاف مختلف ممالک کے مذہبی عناصر سے تعاون حاصل کرتا رہا۔ امریکہ دنیا کے مختلف ممالک میں خون کی ہولی کھیلتا رہا۔ کبھی شمالی کوریا سے جنگ کبھی شمالی ویت نام میں قتل و غارت اور خونریزی کرتا رہا۔ بہرحال اس دور میں اس کی توپوں کا رخ کمیونسٹ دنیا کی طرف رہا۔ جب سوویت یونین نے افغانستان میں فوج کشی کی حماقت کی تو امریکہ نے اسے اپنے لئے سنہری موقع جانا اس نے پاکستان اور افغانستان کی اسلامی قوتوں کے تعاون سے سوویت یونین کے خلاف پراکسی جنگ لڑی۔ اسلام میں جہاد کے تصور کو خوب اجاگر کیا۔ جہادی تنظیموں کی پشت پناہی کی انہیں بے دریغ اسلحہ اور ڈالرز دئیے گئے۔ ان کی سوویت یونین کے خلاف کارروائیوں کو خوب خراج تحسین ادا کیا گیا اور وہ عظیم مجاہد قرار پائے اور بالآخر سوویت یونین ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

سوویت یونین کی شکست ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ امریکہ کی مسلم دشمنی کھل کر سامنے آنا شروع ہو گئی۔ عراق کو پہلے کویت پر حملہ کرنے کی ترغیب دی اسے یقین دلایا کہ اگر عراق جنگ کر کے کویت سے اپنے مطالبات منوا لے تو امریکہ کسی طرح بھی مداخلت نہیں کرے گا۔ صدر صدام نے جب امریکی یقین دہانی پر کویت پر حملہ کیا تو امریکہ نے عربوں کے تحفظ کے بہانے وہاں فوجیں اتار دیں اور عراقی شہروں کو تہس نہس کر دیا۔ ہزاروں معصوم جانیں امریکی

ابوالحسن

بموں نے نگل لیں۔ اس وقت تک امریکہ کی پالیسی یہ تھی کہ عراق کی جنگی قوت کو تباہ و برباد کر دو تاکہ وہ اسرائیل کے خلاف کسی مہم جوئی کے قابل نہ رہے البتہ صدام کی حکومت قائم رکھی جائے تاکہ دوسرے عرب ممالک کو صدام کے ڈراوے سے زیر کیا جا سکے انہیں یہ احساس دلایا جائے کہ اگر امریکہ مشرق وسطیٰ میں عسکری طور پر موجود نہ ہوا تو عراق کا صدر صدام انہیں کویت کی طرح فتح کر لے گا۔ چنانچہ سینئر صدر بش یعنی موجودہ صدر بش کے والد نے عراق کو بری طرح شکست دینے کے باوجود صدر صدام کی حکومت کو گزند نہ پہنچایا۔ البتہ عراق کی مکمل ناکہ بندی کی گئی۔ عراق کے ہسپتالوں میں مریضوں نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی لیکن دوائیاں عراق امریکہ کی مرضی کے خلاف باہر سے نہیں منگوا سکتا تھا۔ بچے دودھ کے لئے بلکتے رہے لیکن امریکی اجازت کے بغیر دودھ بھی امپورٹ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جب عراق کی اس صورت حال پر ایک دنیا چیخ اٹھی تب اسے اناج کی امپورٹ کے لئے تیل عالمی مارکیٹ میں فروخت کرنے کی اجازت ملی۔ اس وقت بھی عراق میں امریکی ظلم و ستم کے باوجود عراق ایک دہشت گرد اور rouge state ہے جو تمام دنیا کے امن کے لئے کسی وقت خطرہ بن سکتی ہے لہٰذا وقفے وقفے کے بعد اقوام متحدہ کے انسپکٹروں کی آڑ میں وہاں امریکی جاسوس بھیجے جاتے ہیں جو عراق میں تلاشیاں لیتے پھرتے ہیں کہ کہیں عراق ایٹمی یا کیمیائی ہتھیار تیار تو نہیں کر رہا۔

۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء میں جب نیویارک اور واشنگٹن میں دہشت گردی کے واقعات ہوئے اور ان سے امریکہ میں جانی و مالی نقصان ہوا تو امریکہ پاگل ہاتھی کی طرح ہر شے تہس نہس کرنے پر اتر آیا۔ اگرچہ تقریباً ایک سال گزرنے کے باوجود ابھی تک یہ طے نہیں ہو سکا کہ یہ دہشت گردی کرنے والے کون تھے کس مذہب اور ملک سے ان کا تعلق تھا، وہ امریکہ کے ظلم و ستم کے ہاتھوں ستائے ہوئے مسلمان تھے یا امریکہ کی کوئی انتہا پسند عیسائی تنظیم تھی یا وہ صیہونی گروپ تھا جو امریکہ کی جنگی قوت کو مسلمانوں خصوصاً عربوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا یا خود امریکی انتظامیہ تھی جو ہر قیمت پر نیو ورلڈ آرڈر کا نفاذ چاہتی ہے اور یہ دہشت گردی دنیا میں امریکی مفادات کے حصول کا جواز فراہم کرنے کے لئے کی گئی کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ۱۱ستمبر سے پہلے امریکی انتظامیہ کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ دہشت گردی کا ایک بڑا واقعہ رونما ہونے والا ہے لیکن امریکی انتظامیہ نے اس کے تدارک کے لئے کچھ نہیں کیا۔ بہرحال وثوق سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس دہشت گردی کا ذمہ دار کون تھا۔ لیکن عالمی میڈیا جس پر یہودیوں کا مکمل کنٹرول ہے اس نے دو گھنٹے ہی میں فیصلہ سنا دیا اور اس دہشت گردی کا الزام افغانستان میں مقیم اسامہ بن لادن کے سر مونڈھ دیا۔ اور افغانستان کی طالبان حکومت کو اس کا سرپرست قرار دے دیا گیا۔ جب امریکہ سے اسامہ کے خلاف ثبوت مانگے گئے تو جو کچھ امریکہ نے فراہم کیا اس پر امریکہ کے انتہائی قریبی حلیف برطانیہ نے یہ تبصرہ کیا کہ ایسے مواد کی بنیاد پر کسی ملزم کا جرم ثابت کرنا تو دور کی بات ہے عدالت میں اسے قابل سماعت نہیں بنایا جا سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ نے بغیر کسی ثبوت کے افغانستان میں جتنی خوفناک تباہی مچائی اور جس طرح غنڈہ گردی کے ساتھ گن پوائنٹ پر ایک عالمی اتحاد قائم کیا اور اس عالمی اتحاد کے کندھے پر بندوق رکھ کر جس طرح وہ اپنے مفادات کے حصول کے لئے اندھا دھند اقدام کر رہا ہے ماضی میں کسی عالمی قوت نے یوں ظلم و ستم کا بازار گرم نہیں کیا تھا۔ ڈیزی کٹر

جیسے خوفناک بم استعمال کر کے پورے افغانستان کو خون میں نہلا دیا اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ افغانستان میں ظالمانہ کارروائیوں سے امریکہ کا حقیقی چہرہ بے نقاب ہوگیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے دنیا کا نظام کچھ یوں بنایا ہے کہ جب کوئی شخص یا قوم اللہ کی دی ہوئی عزت کو سنبھال نہیں پاتی اور تمام دنیا پر اپنا غلبہ قائم کر کے اپنی خدائی قائم کرنا چاہتی ہے تو تاریخ گواہ ہے کہ وہ ہمیشہ منہ کے بل گرتی ہے اور اللہ اسے ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔ سکندر اعظم ہو یا ہٹلر پوری دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کی کسی کی خواہش پوری نہ ہوئی نہ ہو سکے گی سوائے ان لوگوں کے جو یہ کام کرنا ہی اللہ کی رضا کے لئے چاہتے ہوں اور جو اللہ کا دین نافذ کرنے کے لئے اللہ کے سپاہی بن کر یہ فریضہ ادا کرنا چاہیں گے یعنی جن کا مشن دنیا میں حکومت الہیہ قائم کرنا ہو۔ امریکہ اگرچہ سائنسی ترقی اور جدید ٹیکنالوجی کے حوالے سے ان اقوام سے بہت آگے ہے جو ماضی میں دنیا پر غلبہ حاصل کرنا چاہتی تھیں لیکن بڑی فتوحات کے لئے بنیادی شے جرأت اور بہادری ہوتی ہے جو امریکیوں میں عنقا ہے وہ جرأت اور بہادری کو حماقت قرار دیتے ہیں اور خود اپنی جان کا تحفظ ان کے لئے اولین ترجیح ہے۔ اسی لئے جب امریکی وزیر دفاع نے افغانستان میں اپنے فوجی دستے بھیجنے کا اعلان کیا تھا تو امریکی صحافیوں نے ان سے پوچھا تھا What about their security یعنی ان فوجیوں کی حفاظت کی ضمانت کیا ہوگی دوسری طرف ان کے نزدیک غیر امریکی خصوصاً مسلمان اور ایشیائی باشندے کیڑے مکوڑوں کی طرح ہے۔ حال ہی میں افغانستان کے صوبہ ارزگان میں ایک شادی کی تقریب پر وحشیانہ بمباری اس کا بہت بڑا ثبوت ہے کہ ان کے نزدیک غیر امریکیوں کی جانوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ پھر زخمیوں کی مدد اور انہیں ہسپتال جانے سے روکنا ان کی درندگی کا ثبوت ہے۔

پچاس سالہ تجربہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امریکہ رویہ یہ ہے کہ اپنے مفاد کے حوالہ سے کوئی ٹارگٹ مقرر کرو باقی دنیا کو لالچ' رعب اور دھونس دھاندلی سے اپنے ساتھ ملاؤ اور پھر اپنے ٹارگٹ کے حصول کے لئے کسی اخلاقی یا انسانی تقاضے کی پروا نہ کرو اور جب اپنا ٹارگٹ حاصل کر لو تو کسی دوسرے ٹارگٹ کے حصول کے لئے اپنے حلیفوں سے اپنے دشمنوں سا سلوک کرو اور کسی اصول یا اخلاقی ضابطے کو اپنے راستے کی رکاوٹ نہ بناؤ۔ سوویت یونین کی طاقت کو ختم کرنے کے لئے مسلمانوں کو استعمال کیا جب سوویت یونین ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تو انہی مسلمانوں کے خلاف آج دنیا بھر میں محاذ کھولا ہوا ہے۔ کشمیر میں مسلمانوں پر ظلم و ستم ہو رہا ہے۔ وہاں جیلوں میں آزادی کے متوالوں کو تشدد کے ذریعے ہلاک کیا جا رہا ہے' خواتین کی بے حرمتی ہو رہی ہے' چھوٹے چھوٹے بچوں پر جسمانی تشدد ہو رہا ہے لیکن انسانی حقوق کا سب سے بڑا علمبردار اور جمہوریت کو ایمان کا درجہ دینے والا امریکہ مسلمانوں کے دشمن ظالم بھارت کا ساتھ دے رہا ہے۔ فلسطین میں اسرائیل مسلمانوں کا خون بہا رہا ہے۔ لیکن امریکہ اسرائیل کے خونی اور جنونی وزیراعظم ایریل شیرون کو Man of the Peace کا اعزاز بخش رہا ہے۔ مسلمانوں کے قتل عام کے لئے اسلحہ بھی امریکہ اسرائیل کو فراہم کر رہا ہے۔ روس سے بہت سے معاملات پر اختلاف ابھی ہیں لیکن چیچنیا کے مسلمانوں کے قتل عام کے لئے روس کو کھلا لائسنس جاری کر دیا گیا ہے۔ فلپائن کی حکومت کے ساتھ مسلمانوں کو قتل کرنے اور انہیں تشدد کا نشانہ بنانے کے لئے عملی تعاون ہو رہا ہے۔ انڈونیشیا میں ایک صوبہ مشرقی تیمور کو ملک سے الگ کر کے ایک عیسائی ریاست قائم کر دی۔ علاوہ ازیں انڈونیشیا میں اسلامی انقلاب کی داعی جماعتوں کے خلاف وہاں کی فوج کو بھڑکایا جا رہا ہے کسی وقت دونوں کو ٹکرا دیا جائے گا۔ ملائشیا جو مسلمان ممالک میں اقتصادی اور تکنیکی لحاظ سے ایک ترقی یافتہ ملک ہے اس کے خلاف امریکہ یہودیوں کے ساتھ مل کر سازشیں کر رہا ہے اور اسے اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے نقصان پہنچانے کی از حد کوشش کر رہا ہے۔ عرب ممالک مکمل طور پر اس کے شکنجے میں ہیں اور ان کے سیال سونا یعنی تیل کو زبردستی ارزاں قیمت پر حاصل کر رہا ہے۔ امریکہ بدترین سلوک اپنے بہترین اور وفا شعار دوست پاکستان سے کر رہا ہے۔ پاکستان نے اپنے قیام کے فوری بعد سوویت یونین کو ملحد ریاست گردانتے ہوئے امریکہ سے تعاون کیا لیکن امریکہ نے ہمیشہ طوطا چشمی کا مظاہرہ کیا ہے۔ پاکستان کی سوویت یونین سے کوئی دشمنی نہیں تھی لیکن وہ امریکہ کے کہنے پر سیٹو اور سینٹو میں شامل ہوا لیکن ۱۹۶۵ء کی جنگ میں پاکستان کی مدد کرنے کی بجائے امریکہ نے اسلحہ کی ترسیل پر پابندی لگا دی۔ پاکستان نے سوویت یونین کی دشمنی مول لے کر امریکہ کا چین سے رابطہ کروایا۔ چین نے آج تک اس احسان کو فراموش نہیں کیا لیکن امریکہ نے اسی سال پاکستان کو دولخت کرنے میں اندرون خانہ بھارت کا ساتھ دیا۔ ۱۹۶۲ء میں ہند چین جنگ کے دوران جب کشمیر حاصل کرنے کا سنہری موقع تھا امریکہ نے ہمیں مذاکرات کا دھوکہ دے کر یہ موقع گنوا دیا۔ افغانستان میں سوویت یونین کے خلاف جنگ پاکستان کے کندھوں پر بندوق رکھ کر لڑی لیکن اپنا مقصد پورا ہونے کے بعد نو دو گیارہ ہو گیا اور ہمارے حصے ہیروئن کلچر اور کلاشنکوف کلچر آیا۔ طالبان کے خلاف پاکستان کا پورا تعاون حاصل کیا پاکستان کی فضا اور ہوائی اڈے استعمال کئے یہ اعتراف کیا کہ پاکستان کے بغیر امریکہ یہ جنگ نہیں جیت سکتا تھا لیکن ادھر سے فارغ ہوتے ہی بھارت کو ہمارے سر پر چڑھا دیا یہاں تک کہ کشمیر کے مسئلہ پر ہمارے حکمرانوں کو سرنڈر کرنے پر مجبور کرتا رہا۔ آج بھی ہمارے حکمران یا کچھ اور لوگ اسے پاکستان کا دوست قرار دیں تو ان کی عقل کا ماتم کرنے کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے البتہ ایک چیز حوصلہ افزا ہے یہ شیطان بزرگ ہر وہ حرکت کر رہا ہے جس سے کمال زوال میں تبدیل ہو جاتا

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا بچہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ
دینی تعلیم و تربیت سے بھی مستفید ہو تو اسے

قرآن کالج لاہور
اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن۔ فون: 5833637

میں داخل کرائیے —— جہاں

الیف اے' آئی کام' آئی سی ایس' ایف اے جنرل سائنس اور بی اے کی تدریس کے ساتھ ساتھ قرآنی عربی کے بنیادی قواعد اور قرآن حکیم کے ایک منتخب نصاب کی تدریس بھی کی جاتی ہے —— نیز دینی و اخلاقی تربیت کا بھی خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے

زیر اہتمام
مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور (فون: 03-5869501)

کالج 191۔ اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن پر واقع ہے۔ وہاں تشریف لا کر کالج کی عمارت اور فرنیچر وغیرہ نیز شاندار "قرآن آڈیٹوریم" کا معائنہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ نیز کالج کا تعارفی بروشر مفت اور پراسپکٹس -/30 روپے میں حاصل کیا جا سکتا ہے ڈاک سے منگوانے کے لئے -/40 روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں تا کہ رجسٹرڈ پوسٹ سے ارسال کیا جا سکے۔

صدر مؤسس
ڈاکٹر اسرار احمد

جنرل مشرف کے نام ایک کھلا خط

رعنا ہاشم خان

محترم المقام سلام مسنون!

۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو مبارک باد کے نعروں نے آپ کے فوجی کاندھوں پر جو ذمہ داریاں عائد کی تھیں ان کی اہمیت سے آپ یقیناً آگاہ ہوں گے۔ افواجِ پاکستان چونکہ اس وقت اقتدار پر براجمان ہیں لہٰذا نہ صرف قومی پریس بلکہ پڑوسی پریس بھی آپ کے ہر قول و عمل کو خوردبین لگا کر دیکھتا ہے۔ پاکستانی فوج جس کا موٹو ہی ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے' آج اس کے سربراہ یعنی آپ کو قادیانی فرقے سے تعلق رکھنے کے الزام کا سامنا ہے اور یہ ہمارا وہ قومی مسئلہ ہے جس کی طرف ہم آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

بظاہر بھارتی ذرائع ابلاغ اپنے اس الزام کا کوئی ٹھوس ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہیں لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کہ یہ الزام کیوں لگایا گیا' اس کے پیچھے کیا عوامل کارفرما ہیں اور اس عہد کے سلطان سے کہاں بھول ہوئی ہے۔ سب سے پہلی بھول جو آپ سے ہوئی وہ یہ تھی کہ اپنے چہیتے کتوں کی محبت میں ایک غیر ملکی خبر رساں ایجنسی کو دیئے گئے انٹرویو میں آپ نے خود کو جدید ترکی کے بانی اور یہودی تنظیم فری میسن کے ایجنٹ کمال اتاترک سے متاثر قرار دیا۔ یوں آپ' جو پہلے ہی ایک جدت پسند مسلمان کا لیبل اپنے ماتھے پر سجائے ہوئے تھے' جماعت اسلامی کے بقول قادیانی خیالات کے حامل جنرل قرار دیئے گئے۔ قیادت ایک ایسا منصب ہے جس کے لئے اچھی سیرت، دوراندیشی اور اعتدالِ طبع کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ کی جدت پسندانہ باتوں اور طرزِ فکر کو دیکھتے ہوئے ڈیلی ٹیلی گراف نے سرخی جمائی کہ ''جتنا کہا ہے' اس سے کہیں زیادہ اعتدال پسند پالیسی اختیار کی جائے گی'' یعنی کمال اتاترک کے نقشِ قدم پر خیاباں خیاباں ارم دیکھی جائے گی اور جنرل مشرف کی موجودگی سے پاکستان کے لئے ایک انتہا پسند مسلم ریاست بننے کا امکان باقی نہیں رہے گا۔

جیسا کہ ہم سب جانتے ہی ہیں کہ مغربی قوتیں نہ صرف مرزائیت کی سرپرستی کرتی ہیں بلکہ ان کے لئے ایک علیحدہ ریاست کے حق میں بھی ہیں۔ مرزائی تحریک کے سربراہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے تمام جانشین انگریزوں کے منظورِ نظر رہے ہیں۔ اسرائیل میں ''حیفہ'' کے مقام پر ان کا مشن قائم ہے' جسے اسرائیل کی سرپرستی حاصل ہے۔ لندن میں برطانوی حکومت کی جانب سے ہر طرح کی سہولتیں انہیں میسر ہیں۔ سیاسی اور مذہبی پناہ کی آڑ میں احمدیوں کو امریکہ کا ویزا آسانی سے مل جاتا ہے۔ لاس ویگاس کے کئی قحبہ خانوں میں ان کی نوجوان نسل قحبہ گری کر رہی ہے۔ لندن میں ان کا مرکز قائم ہے جہاں ہر قادیانی اپنی ماہانہ آمدنی کا ۱۶ فیصد بھیجتا ہے۔ جو ایسا نہ کرے وہ منافق کہلاتا ہے۔ انہوں نے اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ہمارے پیارے وطن کو درپردہ قادیانی سٹیٹ بنانے کی مہم شروع کر رکھی ہے۔ فروری ۲۰۰۱ء کے ایک بھارتی مسلم اخبار کے مطابق پاکستان میں غیر مسلم قرار دیئے جانے کے بعد ان کی ساری توجہ افریقہ پر تھی اور کہا جاتا تھا کہ قادیانی سٹیٹ کا ظہور افریقہ ہی کے کسی خطے میں ہوگا' لیکن مرزائیت کو ایک خاص مقصد کے تحت جنم دے کر پروان چڑھانے والی مغربی طاقتیں بھارت کی خالصتان تحریک کو کمزور کرنے، طالبان کے اقتدار کا سورج غروب کرنے اور پاکستان میں مذہبی انتہا پسندوں کی قوت کو توڑنے کے لئے خطے میں ایک ایسی ریاست قائم کرنا چاہتی ہیں جو نہ صرف ان کی ذیلی ریاست یا فوجی اڈے کے طور پر استعمال ہو بلکہ پاکستان اور بھارت کی حکومتوں کو مستقل دباؤ میں رکھنے کے کام بھی آ سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے احمدیوں کا انتخاب اس لئے کیا گیا ہے کہ احمدیت کے عقیدے کی تبلیغ کے لئے ایک ریاست کا ہونا بہت ضروری ہے اور بغیر اقتدار کے یہ فرقہ اپنے آپ کو منظم نہیں رکھ سکتا۔

بھارت کے ایک انگریزی روزنامہ میں وفاقی امور کے ماہر ریٹائرڈ میجر جنرل وی کے مدھوک نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ جنرل پرویز مشرف کا پاکستان میں برسرِ اقتدار رہنا بھارت کے لئے خطرناک نہیں ہے۔ بھارت کے لئے اصل خطرہ اس وقت پیدا ہوگا جب جنرل پرویز اقتدار سے محروم کر دیئے جائیں گے اور پاکستان میں ایک ایسی جہادی حکومت قائم ہو جائے گی جس کا مشن کشمیر کی آزادی کے ساتھ ساتھ دہلی کے لال قلعے پر اپنا پرچم لہرانا ہوگا۔

لہٰذا جنرل پرویز مشرف! آپ امریکہ کی نظر میں نہ صرف پاکستان میں امریکہ کی ''آخری امید'' ہیں بلکہ بھارتی پریس کے مطابق قادیانیوں کی علیحدہ ریاست ''احمدستان'' کے قیام کے لئے سرگرمِ عمل بھی ہیں۔ اب آپ اپنے ضمیر کو ٹٹولیں، اپنی پوزیشن کا ادراک کریں اور ظاہری و باطنی آنکھیں کھول کر اس فتنے کے سدِ باب کی سب سے اہم تدبیر یعنی شریعتِ محمدیؐ کے نفاذ کا اہتمام کریں۔ اب بھی وقت ہے کہ آپ گھر واپس آ جائیں "آپ کو بھولا ہوا نہیں کہا جائے گا"—— ورنہ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ پاکستانی عوام مذہبی طور پر بڑے بیدار ہیں۔ مغرب خواہ کتنا ہی زور کیوں نہ لگائے' یہ قوم بڑے بڑے ''ڈکٹیٹروں'' کو جوتے کی نوک پر اچھال دیتی ہے۔ لہٰذا ہم یہ امید کرتے ہیں کہ آپ قوم کی مذہبی امنگوں کے خلاف کوئی کام نہیں ہونے دیں گے۔ تاریخ نے آج اپنے اوراق آپ کے ذکر کے لئے وقف کر دیئے ہیں اب روشنائی کا انتخاب آپ کو کرنا ہے کہ سنہری ہو یا سیاہ!

اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو!

رعنا خان

جون ۲۸، ۲۰۰۲ء

بقیہ: حقیقتِ احوال

تو قونصلیٹ خانے ہی بم دھماکوں کی نذر کیوں ہوتے ہیں اور دنیا کے ہر خطے میں اس کا پرچم نذرِ آتش کر کے کیوں نفرت کا اظہار ہوتا ہے...... سچ ہے کہ جو بویا جائے وہی کاٹا جاتا ہے آج اگر دنیا بھر میں امریکہ کے خلاف نفرت کا لاوا پھوٹ رہا ہے تو یہ کوئی بعید بات نہیں۔ امریکہ اپنے ہاتھوں سے بوئی فصل ہی کاٹ رہا ہے۔ امریکہ کی گمراہ کن پالیسیاں ساری دنیا کو اس کے خلاف مشتعل کر رہی ہیں جن ممالک کو امریکہ نے اپنے غیض و غضب کے ساتھ غارت کیا وہ اپنے حقوق کے لئے ایسے اقدامات اٹھانے پر مجبور ہیں یہاں ان بم دھماکوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے حقیقی اسباب و محرکات کو جاننا چاہئے اور اس کے ختم کرنے کے صحیح اقدامات کرنے چاہئیں کیونکہ ظلم اور امن کی بقائے باہمی ممکن نہیں۔ امریکہ کی یہ پالیسیاں ایسے ہی جاری رہیں تو ایسے دھماکے ہوتے رہیں گے۔ ان دھماکوں سے بچنے کے لئے امریکہ کے پاس فقط ایک راستہ ہے کہ اس نے جن قوموں اور ممالک کے حقوق غصب کئے ان کے ساتھ انصاف کیا جائے ورنہ جب تک انسانوں پر ظلم ہوتا رہے گا استحصال جاری رہے گا حبیب جالب نے بھی یہی کہا ہے کہ

ظلم رہے اور امن بھی ہو
کیا ممکن ہے تم ہی کہو

اقبال کا درسِ جہد و عمل

محمد یونس جنجوعہ

علامہ اقبال کو ترجمان حقیقت کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ آپ حق پرست تھے۔ افراط و تفریط سے نفرت کرتے اور مبالغے کو گناہ سمجھتے تھے۔ البتہ سچی بات کہنے میں بے باک تھے۔ کہتے ہیں کہ شعر میں مبالغہ ضرور ہوتا ہے اور شاعر زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں اور بعید از حقیقت باتیں کہہ جاتے ہیں۔ ایسے ہی شعراء کے بارے میں **الشعراء یتبعھم الغاون** کہا گیا ہے۔ علامہ اقبال اس طرح کے شاعر نہ تھے۔ ان کی شاعری بامقصد تھی۔ وہ حقیقت پسند تھے اور حق گوئی ان کا شیوہ تھا۔ اپنے فارسی کلام میں انہوں نے اس بات کا شکوہ کیا ہے کہ لوگ انہیں شاعر کہتے ہیں۔

من اے میر امم داد از تو خواہم
مرا یاراں غزل خوانے شمردند

انسان مخلوقات میں اشرف مقام پر فائز ہے۔ اسے عقل و شعور کی صلاحیت سے نوازا گیا ہے اور مسئول اور ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ اسے فکر و عمل کی آزادی کے ساتھ حیات دنیوی بسر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ البتہ اس کی جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کرنا یا نتیجہ خیز بنانا رب العالمین نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے' مگر ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی محنت کرنے والے کی محنت کو خواہ مخواہ ضائع نہیں کرتا۔ اگر کسی کی محنت کا ثمرہ بظاہر نظر نہیں آتا تو ضرور یا تو خلوص و اخلاص میں کمی رہ گئی ہوگی یا کوئی اور مصلحت پیش نظر ہوگی۔ فرمان الٰہی ہے ﴿ان اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین﴾ (توبہ : ۱۲۰) ''بے شک اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا'' پھر دوسری جگہ فرمایا گیا: ﴿لیس للانسان الا ما سعی﴾ (النجم : ۳۹) ''انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے وہ سعی کرتا ہے۔'' گویا دین اسلام انسان کو محنت و مشقت کی تلقین کرتا ہے۔ نیز راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو صبر و ثبات کے ساتھ دور کرنے کو کہتا ہے۔ اسی حقیقت کو علامہ اقبال نے اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے اور انسان کو جہد و عمل پر ابھارا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنا' تساہل پسندی' غفلت شعاری' آرام طلبی' تضیع اوقات ننگ انسانیت صفات ہیں۔ کچھ لوگ توکل اور مقدر کے غلط معانی لیتے ہیں اور بے عمل رہ کر اللہ پر بھروسہ کئے اچھے دنوں کا انتظار کیا کرتے ہیں یا پھر تقدیر پر نظریں جمائے بیٹھے رہتے ہیں کہ اگر ہمارے مقدر میں ہوگا تو مل ہی جائے گا۔ اس طرح وہ محنت اور جدوجہد کرنے سے گھبراتے ہیں۔ حالانکہ توکل اور تقدیر کا یہ تصور صریحاً اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اسلام میں توکل یہ ہے کہ اپنی طرف سے بھرپور اور پرخلوص کوشش کر کے نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے اور مقدر یہ ہے کہ بندہ حصول مقصد کی طرف پوری قوت اور صلاحیت کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے تقدیر کے فیصلے کو ماننے کے لئے مستعد رہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اسلامی تعلیمات میں سراسر حرکت و عمل پر زور دیا گیا ہے اور تقدیر و توکل کے غلط تصور کی کسی طرح بھی تائید نہیں کی گئی۔ اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے علامہ اقبال کہتے ہیں۔ ع

عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

اس تصور کو مزید واضح کرتے ہوئے صحیح طرزِ عمل کی طرف راہنمائی کرتے ہیں کہ:

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط اللہ کے احکام کا پابند

نباتات و جمادات' چرند پرند اور دیگر جانور فہم و شعور کی اعلیٰ صفت سے عاری ہیں۔ ان کا معاملہ انسان سے بالکل جدا ہے۔ جہاں تک انسان کا تعلق ہے' وہ تو احکام الٰہی کی پابندی کرتے ہوئے محنت و مشقت اور جہد و عمل کا راستہ اپنائے گا۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو گویا وہ اشرف سے اسفل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسی لئے علامہ اقبال باہمت' خوددار' مستقل مزاج اور سعی پیہم کا طرزِ عمل اختیار کرنے والوں کی تحسین کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یقیں محکم' عمل پیہم' محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

اقبال کو تن آسانی' سستی اور کاہلی سے سخت نفرت ہے۔ وہ حرکت کو زندگی کی علامت سمجھتے ہیں اور بے مقصد زندگی کو موت قرار دیتے ہیں۔

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِ آدم ہے ضمیر کن فکاں ہے زندگی

انسان خالق کائنات کی شاہکار تخلیق ہے۔ اقبال کو انسان کی بلند پایہ قوتوں اور صلاحیتوں کا ادراک تھا۔ انسان کو یہ صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں اس لئے ان سے فائدہ اٹھانا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے جبکہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا اور دوسروں کے سہارے زندہ رہنا اپنے آپ کو اعلیٰ سے اسفل کرنا ہے۔ انسان کی قوت و صلاحیت تو اس پائے کی ہے کہ وہ اپنے سے کئی گنا جسمانی طاقت رکھنے والے درندوں اور دیو پیکر جانوروں کو ناک میں نکیل ڈالے لئے پھرتا ہے۔ وہ پہاڑوں کو تراش کر میلوں لمبی سرنگیں نکال لیتا ہے۔ دریاؤں اور سمندروں کا سینہ چیرتا ہوا نکل جاتا ہے۔ فضا میں سینکڑوں من وزن کے ساتھ انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ ہزاروں میل کا سفر کرتا ہے۔ ہوا کی لہروں کو مسخر کر کے ان سے پیغام رسانی کا کام لیتا ہے اور اپنی بات کو چند لمحات میں کرہ ارضی کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچا دیتا ہے۔ یہ سارے کارنامے انسانی ہمت' جرات' عزم مصمم اور جہد مسلسل کے مرہون منت ہیں۔ علامہ اقبال بھی انسان کو بلند پروازی کی تلقین کرتے ہیں اور اس کی بے انتہا قوت تسخیر کے ذریعے آسمانوں تک رسائی کو بھی ممکن سمجھتے ہیں۔

رہ یک گام ہے ہمت کے لئے عرش بریں
کہہ رہی ہے یہ مسلماں سے معراج کی رات

سفر معراج ہی سے وہ مقام انسانیت کی بلندی کا شعور دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ انسانیت کی زد میں ہے گردوں

چونکہ دنیا میں حق و باطل کی کشمکش اور آویزش تخلیق انسان کے وقت ہی سے شروع ہو چکی ہے اس لئے جہاں بھی حق کی بالادستی قائم کرنے اور باطل کو نیچا دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے وہاں مزاحمت لازمی ہوتی ہے۔ لہٰذا دین کی سربلندی کے لئے جدوجہد کرنے والوں کو باطل کی قوتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے میں صبر و استقامت اور جرات و ہمت کا مظاہرہ ضروری ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی صبر و ثبات اختیار کرنے اور مستقل مزاجی کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کی جدوجہد میں مصروف عمل رہنے کا سبق ملتا ہے۔ حق کو دبانے کی ہر جدوجہد کا پامردی اور جرات کے ساتھ مقابلہ کر کے اسے غیر موثر کر دینے کا پیغام ہی علامہ کا پیغام ہے۔

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزار ہستی میں
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خو کر لے

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

ہر لمحہ چوکس رہیے!

—— تحریر: محمد سمیع، کراچی ——

"ہر لمحہ چوکس رہیے" (Be Aware) موجودہ حالات میں ایک عام آدمی کے لئے اس جملہ کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے کیونکہ اسے اس بات کا یقین نہیں ہوتا کہ صبح گھر سے نکلنے کے بعد اسے شام تک بخیر و عافیت واپس لوٹنا بھی نصیب ہوگا یا نہیں۔ جب بیرون ملک دشمنوں کی کمی ہو نہ اندرون ملک آستین کے سانپوں کی، تو کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ ایسے میں ہمیں وہ دعا ہر دم وردِ زبان رکھنی چاہئے کہ **اللھم انا نجعلک فی نحورھم و نعوذبک من شرورھم۔**

تاہم ان کے لئے جو دین کا کام کر رہے ہیں، ہر لمحہ چوکس رہنا اور اپنے گرد و پیش پر نظر رکھنا عام آدمی سے بھی زیادہ ضروری ہے لیکن ایک دوسرے مفہوم میں۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی ہمارے اجتماعات میں دین کے لئے کچھ کر گزرنے کے جذبہ کے ساتھ شرکت کر رہا ہو لیکن ہماری توجہ اس کی جانب نہ ہو۔ یوں عین ممکن ہے کہ وہ تنظیم کے بارے میں غلط تاثر لے اور یوں تنظیم اپنی صفوں میں ایک اچھے فرد کے اضافے سے محروم رہ جائے۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ہمارا کوئی رفیق جو اجتماعات میں بڑی باقاعدگی سے شرکت کرتا رہا ہو، اچانک کسی وجہ سے اس کی شرکت کا سلسلہ منقطع ہوجائے لیکن اس کی اس عدم شرکت کا نوٹس نہ لیا جائے۔ اگر خدانخواستہ اس دوران وہ صاحب فراش ہوگیا ہو اور ہمیں اس کی علالت کی خبر ہی نہ ہو۔ تو وہ کیا تاثر قبول کرے گا! لہٰذا یہ امر توجہ طلب ہے کہ ہماری ذرا سی عدم توجہی کتنی مضر ثابت ہوسکتی ہے۔ ہمارا طرزِ عمل جب ہماری باتوں کی نفی کرنے لگے تو اس کے نتائج کبھی اچھے نہیں نکل سکتے۔ مثلاً ہم اکثر و بیشتر خلیفہ راشد حضرت عمرؓ کے سفر بیت المقدس کا چرچا کر کے کامل مساوات انسانی کے حق میں اس بےنظیر واقعہ کو بطور تمثیل پیش کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف ہمارا اپنا عالم یہ ہے کہ اگر کوئی ساتھی ٹرانسپورٹ کی عدم دستیابی کی بناء پر کسی اجتماع میں شرکت کے قابل نہ ہو تو ہم اپنی سواری رکھتے ہوئے بھی یہ زحمت گوارہ نہیں کرتے کہ اسے اس کے گھر سے لے لیں۔

اس پس منظر میں یہاں اپنے اس ساتھی کا تذکرہ کرنا ضروری خیال کرتا ہوں جس کے جذبہء ایثار کو میں آج تک نہیں بھولا۔ میں سقوط ڈھاکہ سے قبل چاٹگام میں بغرض ملازمت اکیلے سکونت پذیر تھا جبکہ میرے اہل خانہ ڈھاکہ میں ہوا کرتے تھے۔ میرا یہ ساتھی اپنے کام کے سلسلے میں اکثر و بیشتر ڈھاکہ سے بذریعہ کار چاٹگام آیا کرتا تھا۔ واپسی میں جو عموماً ہفتہ وار تعطیل کے ایک دن قبل ہوتی تھی، مجھے باصرار اپنے ساتھ لے لیتا۔ میں اس شرط کے ساتھ اس کے ساتھ ہو لیتا کہ کل شام وہ لازماً مجھے کملاپور ریلوے اسٹیشن چھوڑے گا تاکہ میں اگلی صبح اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوسکوں۔ وہ اللہ کا بندہ ہر حال میں اس معاہدہ پر قائم رہتا۔ موسم خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو، موسلا دھار بارش ہو رہی ہو، طوفانی ہوائیں چل رہی ہوں وہ شام کو مجھے اپنے گھر سے لیتا اور کوئی ۳۰ کلومیٹر دور واقع ریلوے اسٹیشن پر چھوڑ کر آتا۔ کہتا میاں سمیع! تم بھی کیا یاد کرو گے۔ اور میں آج بھی اسے یاد کرنے پر مجبور ہوں۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ہر دم چوکس رہنا چاہئے کہ کہیں ہماری عدم توجہی یا غلط طرزِ عمل تحریک سے کسی رفیق کے تغافل کا ذریعہ نہ بن جائے اور نتیجتاً کے طور پر تحریک کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ کیوں کہ اس صورت میں ہم عام آدمی سے زیادہ اپنے آپ کو باز پرس کا مستحق بنالیں گے۔ ع جن کے رتبے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے

سنہرا جال

—— تحریر: مسرت پروین، کراچی ——

"کم بچے خوشحال گھرانہ" کا نعرہ ہماری اس حکومت کا ہے جو معاشی طور پر غلام ہے اور قرضوں کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہے۔ سو جو حکم آقا دے غلام وہی کچھ کہنے اور کرنے پر مجبور ہے۔ مسلمان وہ بہادر اور غیور قوم ہے جسے کبھی بھی کوئی دوسری قوم تباہ نہیں کرسکی۔ اگر یہ تباہی کے دہانے پر پہنچی ہے تو خود اپنے ہاتھوں۔ کیا آج ایسا نہیں ہے کہ دنیا کے ہر خطے میں امت مسلمہ شرمسار اور ظلم و جبر کا شکار ہے! خود کو اس حال میں پہنچانے والے ہم خود ہیں۔ اگر ہم اپنے گریبان میں جھانکیں اور اپنا تجزیہ کرنے کے بعد اپنی غلطیوں پر نادم ہو کر خدا کے حضور استغفار پیش کریں تو وہ دن دور نہیں جب ہم اپنا کھویا ہوا وقار بحال کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ کیا ہم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ آج تمام تر ذرائع ابلاغ اس قدر بوکھلائے ہوئے کیوں ہیں؟ کیوں یہود آبادی والے اتنے سرگرم ہیں کہ اپنے عزائم کے پرچار کے لئے وہ شرم و حیا کی تمام حدود کو توڑے جا رہے ہیں؟ اخلاق کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں۔ ایک شریف النفس انسان ان بے ہودہ اور شرمناک ٹی وی اشتہارات، رسائل اور بینرز کو جگہ جگہ چسپاں دیکھ کر جتنی ذہنی کوفت محسوس کرتا ہے اس سے ہماری حکومت کو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے سروں پر آج یہودی لابی کی حکومت ہے۔ کئی سال پہلے یہودیوں نے ایک منظم پروگرام مرتب کیا کہ اپنے ملک و معیشت کو ترقی دینے کے لئے ہر گھر میں کم بچے ہونے چاہئیں۔ انہوں نے "دو کے بعد ابھی نہیں اور تین کے بعد کبھی نہیں" کے مقولہ پر اپنے ملک میں بھرپور مہم چلائی اور ضبط ولادت کے کئی طریقے روشناس کرائے تاکہ ایک مختصر کنبہ اپنی زندگی کو بھرپور طور پر خوشحالی کے ساتھ گزارے اور یوں ملکی معیشت بھی ترقی کرے۔ مگر اس کے نتیجے میں آج مغرب میں افرادی قوت بہت کم ہو کر رہ گئی ہے۔ وہاں جوانوں کی انتہائی کمی ہوگئی ہے۔ اب یہودی لابی میں یہ کھلبلی مچی ہوئی ہے کہ ایسی صورت حال میں اگر جنگ ہوئی تو مسلمان غالب آجائیں گے۔ لہٰذا اسی لئے اپنے زیر اثر حکومتوں پر پیسہ پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے تاکہ وہ بھی اپنے ملکوں میں بھرپور مہم کے ذریعے اسی سنہرے خواب کو پورا کرنے کی حماقت کریں جس کے سبب آج کوئی گورا اپنے گھر میں دو سے زیادہ بچے برداشت نہیں کرتا۔

الحمدللہ، ہم مسلمان ہیں اور اللہ کے قانون کو سچا جانتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہونے کی کوششیں کرتے ہیں۔ ہمارے لئے اصل رہنمائی قرآن مجید اور سیرت طیبہ میں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا"۔ بچے کی پیدائش کے بعد ماں کی چھاتی میں اترنے والا پاکیزہ دودھ اس بات کا ثبوت ہے کہ حقیقی رازق اللہ کی ذات ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی اولاد میں اضافہ کریں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے وسائل بڑھانے کی بھی کوشش کریں۔ جہاں تک دنیا میں آبادی کا بوجھ بڑھ جانے کا معاملہ ہے تو یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک خاص نظام کے تحت زمین پر توازن برقرار رکھنے کے لئے قدرتی آفات، زلزلوں اور سیلابوں کے ذریعے آبادی کو کم کرتا رہتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اتباع رسولؐ کو قائم رکھتے ہوئے اپنے وسائل اور اولاد میں اضافہ کریں۔ تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ہر دو سال کے بعد ماں بننے والی خواتین بہت سے نفسیاتی مسائل سے دور رہتی ہیں۔

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے!

ندائے خلافت کے فلسطین نمبر کے بارے میں موصول ہونے والے قارئین کے چند خطوط

فلسطین نمبر امت مسلمہ پر ایک احسان سے کم نہیں!

محترم عاکف سعید صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ اور آپ کے رفقاء الفاظ سے بڑھ کر ''ندائے خلافت'' کے ''فلسطین نمبر'' تیار کرنے پر مبارکباد کے لائق ہیں۔ فلسطین نمبر امت مسلمہ پر ایک احسان سے کم نہیں ہے' بہت پسند کیا گیا۔

عزیزم سلام مسنون!

''ندائے خلافت'' کا ''فلسطین نمبر'' تاخیر سے موصول ہوا۔ دل سے آپ کے اور دیگر رفقاء کار کے لئے دعا نکلی

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

''فلسطین نمبر'' خوب' بہت خوب بلکہ بہت ہی خوب ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور ہو زیادہ۔ ہم تو جیسی تیسی زندگی بیت چکے۔ اب توقع آپ جیسے نوجوانوں سے ہے۔

خرد کو غلامی سے آزاد کر
جوانوں کو پیروں کا استاد کر

رفقاء کار کی خدمت میں سلام۔

والسلام

قاضی عبدالقادر

شاندار تاریخی دستاویز کی اشاعت پر مبارک باد!!

محترم ومکرم جناب عاکف سعید صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی

ہفت روزہ ندائے خلافت کی اشاعت خاص ''فلسطین نمبر'' دیکھ کر بے حد دلی خوشی ہوئی۔ شمارہ مضامین' تاریخی حقائق ومعلومات' تصاویر نایاب نقشہ جات' موضوع سے متعلقہ نظموں اور قطعات سے مالا مال ہے۔ اس شاندار اور تاریخی دستاویزی شمارے کی اشاعت پر بالخصوص آپ کو اور آپ کی ٹیم کو مبارکباد نہ دینا بخل ہوگا۔ میری جانب سے مبارکباد کا حقیر نذرانہ قبول فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ مکرم سید قاسم محمود صاحب اور محترم قاضی عبدالقادر صاحب کے شمارے کی تیاری کے سلسلے میں خصوصی تعاون کو قبول فرمائے اور ان کی درازی عمر کرے۔

نگران طباعت محترمی ومکرمی جناب شیخ رحیم الدین صاحب بھی اشاعت خاص کی تزئین وآرائش پر خصوصی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ دعا ہے کہ پرچہ ضخامت اور تزئین وآرائش کے اعتبار سے مستقلاً ایسا بن جائے۔ (آمین)

والسلام مع الاکرام

مرزا ندیم بیگ

روزنامہ خبریں لاہور

فلسطین نمبر سے اقتدار احمد کے نداء کی یاد تازہ ہوگئی

محترم ومکرم بھائی عاکف سعید

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔ آپ کی طرف سے عنایت کردہ ندائے خلافت کا فلسطین نمبر تسلی سے دیکھا اور اسے کئی حوالوں سے بہت خوبصورت' عمدہ' وقیع اور معلومات افزاء پایا۔ اسے دیکھ کر نداء کے ابتدائی دنوں کی یاد تازہ ہوگئی جب یہ اقتدار احمد مرحوم کی زیر ادارت شائع ہوتا تھا۔

فلسطین نمبر کا سرورق بہت خوبصورت اور مناسب ہے۔ مضامین کی ترتیب اور مواد ہر لحاظ سے معیاری ہے اور سب سے بڑھ کر یہ انکشاف کہ یہ سارے مضامین ندائے خلافت کی اپنی ٹیم کی جانفشانی کا نتیجہ ہیں تو حیرت اور خوشی دونوں اکٹھی ہو کر یوں گویا ہوئیں ع

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

آپ اور آپ کی ساری ٹیم اس معیاری پیشکش پر مبارکباد کی مستحق ہے کہ چند افراد نے ڈھیروں سارے افراد کا کام بہت عمدگی اور خوش اسلوبی سے کیا ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

والسلام

بندہ جاوید خان

امت مسلمہ کے عظیم مسئلہ پر دستاویزی حقائق نامہ!

محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' مزاج گرامی!

امت مسلمہ کے عظیم مسئلہ کے بارے اور انسانیت کو مسائل سے دوچار کرنے والی قوم کے متعلق دستاویزی حقائق نامہ یعنی ندائے خلافت فلسطین نمبر شائع کرنے پر آپ اور آپ کے معاونین کی خدمت میں مبارک باد پیش کر رہا ہوں۔ قبول کیجئے۔ امید ہے کہ آئندہ بھی اسی طرح کی کاوشیں جاری رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو۔

والسلام

محمد رشید عمر

☆ ☆ ☆

Falastine Number-A Beautiful Issue

My Dear Br. Akif Saeed Sahib,

I hope and pray this reaches you while you and your family are in the best of health and spirit.

Alf Mabrook! for taking out a beautiful special issue of Nida as "Falastine Number". We congratulate you, especially, and all others involved, in bringing this out including but not limited to the brothers you mentioned in your "Id'area". Whenever I see something good in Nida, I remember Marhoom Br. Iqtedar Sahib and I make Dua for him.

Our Salaams and Dua's to all there especially to Mohtaram Doctor Sahib, with Special Dua for your steadfastness in the struggle for Iqaamat-ud-Deen.

Wassalaam

M. Ataur Rahman,
Executive Director,
Tanzeem-e-Islami North America.

ظلم رہے اور امن بھی ہو!!

سوزوکی ہائی روف میں سوار وہ نہ معلوم کون تھا......؟ وہ انتہائی تیز رفتاری میں گاڑی دوڑاتے ہوئے آیا اور اس نے گاڑی جناح گارڈن کے سامنے عبداللہ ہارون روڈ پر واقع امریکی قونصل خانے کی بیرونی دیوار سے ٹکرا دی۔ ایک ہولناک دھماکہ ہوا۔ جس سے قرب وجوار کے در و دیوار لرز گئے۔ بیسیوں انسان فضا میں بلند ہوئے اور زخمی جسم لئے زمین پر آ گرے۔ دھماکہ کتنا ہولناک تھا اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ دھماکے کے بعد ہلاک ہونے والے انسانوں کے اعضاء کئی میٹر دور تک بکھر گئے۔ قونصلیٹ خانے کے عقب میں واقع میریٹ ہوٹل کے سو سے زائد دفاتر کانیں شدید نقصان سے دوچار ہوئیں۔ قونصل خانے کا کمپیوٹر سیکشن' استقبالیہ دفتر' گارڈ پوسٹ اور چھت پر نصب مواصلاتی نظام مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔ پارکنگ میں کھڑی ۲۰ گاڑیاں ناکارہ ہو گئیں۔ جائے حادثہ پر سات فٹ گہرا گڑھا پڑ گیا۔ بجلی کے کھمبے اکھڑ گئے۔ تاریں اور درختوں کی شاخیں ٹوٹ کر سڑک پر بکھر گئیں...... بلاشبہ یہ ایک طاقتور بم دھماکہ تھا جس کا ٹارگٹ امریکی قونصل خانہ تھا۔ پاکستان اور دنیا کے دیگر ممالک میں واقع امریکی سفارت خانے ہمیشہ سے حملہ آوروں کا نشانہ بنتے آئے ہیں۔ حملہ چاہے پاکستان کے شہر کراچی میں امریکی قونصل خانے پر ہو چاہے بیروت میں واقع امریکی بحری فوج کی بیرک میں...... نیروبی اور تنزانیہ میں امریکی سفارت خانوں میں تباہی مچے یا یمن کی بندرگاہ عون میں امریکی جہاز کو بموں سے اڑا دیا جائے...... امریکی ریاست اوکلاہاما میں وفاقی حکومت کی عمارت کو نشانہ بنایا جائے یا نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کا نام ونشان ختم کر دیا جائے' حملے کا سامنا براہ راست امریکہ کو ہی کرنا پڑتا ہے۔

حملہ آوروں کا نشانہ ہمیشہ امریکہ ہی کیوں ہوتا ہے؟ اس کا جواب آپ بخوبی جانتے ہیں' ظلم جب حد سے بڑھ جائے تو پھر مظلوم کی طرف سے ردعمل کا اظہار ہوتا ہے وہ چاہے جس شکل میں ہی کیوں نہ ہو۔ آپ غور کریں پورے کرہ ارض پر امریکہ وہ واحد ملک ہے جو دنیا کر ہر چھوٹے بڑے ملک پر اپنی تھانیداری قائم کرنا چاہتا ہے۔ دنیا بھر کے اندر اکھاڑ پچھاڑ اور ملکوں کے قوانین کی دھجیاں اڑانا اس کا محبوب مشغلہ ہے...... ہر ملک پر اپنی مرضی مسلط کرنا اور اس کی مرضی کے خلاف چلنے والے ممالک پر بین الاقوامی پابندیاں عائد کر کے اسے معاشی طور پر کھوکھلا کرنا اور پھر اس پر دہشت گردی کا الزام تھوپ کر فوج کشی کرنا اس کے خفیہ اداروں کے اولین کام ہیں۔

آپ دیکھ لیں ۱۹۶۹ء میں ہونے والی ویت نام جنگ میں امریکہ بلاوجہ الجھا اپنی سرداری کا رعب جھاڑنے کے لئے اور اشتراکیت کی یلغار کے سامنے بند باندھنے کے لئے اس نے ویت نام پر چڑھائی کی اور ۱۹۷۵ء تک اس نے پانچ لاکھ فوجیوں کے ذریعے بے تحاشا گولہ باری کی اور ۷۰ لاکھ ٹن بم برسائے۔ یہ بارود اوسطاً ۵۰۰ پونڈ فی کس بنتا ہے۔ اس بے تحاشا بمباری سے ویت نام کی سرزمین میں دو کروڑ گڑھے پیدا ہو گئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ویت نام کے چاول کے کھیت اور بانس کے جنگلوں میں بم بو

عبدالوارث ساجد

دیئے گئے ہوں۔ اس بمباری سے ویت نام سالہا سال تک جلتا رہا اور جو افراد بمباری کا لقمہ بنے محتاط اندازے کے مطابق ان کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ ۱۹۴۵ء کو امریکہ نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر دو شہروں کو مکمل طور پر صفحہ ہستی سے مٹا دیا ان ایٹمی حملوں سے ۶۲ ہزار گھر ریزہ ریزہ ہو گئے۔ ۸۰ ہزار انسان خاک میں مل گئے اور ۱۴ ہزار انسان تابکاری عمل سے تحلیل ہو گئے۔

۱۹۴۵ء میں ہی امریکہ نے چین پر بمباری کی اس بمباری میں اڑھائی سو بمبار طیاروں نے حصہ لیا اور دو لاکھ پونڈ بارود برسا کر ہر طرف موت کا رقص عام کیا۔ چین میں اس حملے کے بعد امریکہ نے ۱۹۵۰ء میں کوریا پر حملہ کر دیا۔ ۱۹۵۴ء میں گوئٹے مالا پر چڑھائی کر دی۔ ۱۹۵۸ء میں انڈونیشیا میں فوج داخل کر دی۔ ۱۹۶۰ء میں کیوبا اور ۱۹۶۴ء میں کانگو پر بمباری کی۔ ۱۹۶۵ء میں پیرو اور ۱۹۷۳ء میں لاؤس پر قبضہ جمایا۔ ۱۹۷۵ء میں ویت نام اور ۱۹۸۷ء میں گرینیڈا پر بے تحاشا بارود برسایا۔ ۱۹۸۴ء میں لبنان لیبیا اور ۱۹۸۸ء میں پانامہ پر فوج سے بغاوت کی گئی۔ ۱۹۹۱ء کو عراق اور ۱۹۹۸ء کو سوڈان پر بمبار طیاروں نے آتش بازی کی۔ ۱۹۹۹ء میں یوگوسلاویہ اور ۷ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو افغانستان میں آتش و آہن کی بارش کی گئی۔ امریکہ کی دوسرے ملکوں پر جارحیت کی یہ فہرست مختصر ہے ورنہ سچ تو یہ ہے کہ ۱۸۹۲ء میں ارجنٹائن پر فوج کشی سے لے کر ۲۰۰۱ء میں افغانستان پر بمباری تک امریکہ نے ایک سو سے زائد مرتبہ دنیا بھر کے کئی کمزور ممالک پر حملہ کئے اور ان کی آزادی کو سلب کیا۔ اب جس ملک کی داستان ظلم اتنی طویل ہو تو کیا دنیا بھر کے ملکوں کے مظلوم باشندے اس کے خلاف بم دھماکے نہ کریں تو کیا انہیں پھول پیش کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ کرہ ارض کا چھوٹا بڑا ہر ملک امریکہ کی مکروہ پالیسیوں کے ہاتھوں زچ ہو چکا ہے ان ملکوں کی عوام اب انصاف مانگتی ہے اور انصاف نہ ملنے پر انہیں یہ راستہ اپنانا پڑتا ہے یہی وہ وجہ ہے کہ امریکہ کو لیبیا' ایران' کمبوڈیا' میکسیکو' لبنان اور پاکستان سمیت ان ملکوں میں حملہ آوروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جہاں انہوں نے ظلم وستم کے مشقیں کی ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ گزشتہ ۲۰ سالوں سے دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے کراچی اور اسلام آباد میں ہونے والے امریکی قونصل خانوں میں بم دھماکوں سے قبل رونما ہونے والے ایسے ہی بیشتر واقعات تاریخ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔

۴ نومبر ۱۹۷۹ء کو ایران میں امریکی سفارت خانے میں ۵۲ امریکیوں کو اسلامی طلباء نامی تنظیم نے یرغمال بنا لیا جب امریکہ نے اپنے افراد کی بازیابی کے لئے آپریشن کیا تو انہیں اپنے فوجیوں کی لاشیں اور تباہ شدہ ہیلی کاپٹر چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ ۱۸ اپریل ۱۹۸۰ء کو بیروت میں واقع امریکی بحری فوج کی بیرک میں دھماکہ ہوا جس میں ۲۴۱ فوجی مرے۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۸۸ء کو پانامہ میں امریکی فضائی کمپنی کے ایک مسافر طیارے کو بم سے اڑا دیا گیا جس میں ۲۷۰ افراد لقمہ اجل بنے۔ ۲۶ فروری ۱۹۹۱ء کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے کار پارکنگ میں دھماکہ ہوا جس میں چھ امریکی ہلاک ہوئے۔ ۱۹ اپریل ۱۹۹۵ء کو امریکی ریاست اوکلاہاما میں وفاقی حکومت کی عمارت میں بم دھماکہ کر کے ۱۶۸ افراد کو موت کی نیند سلا دیا گیا۔ ۷ اگست ۱۹۹۸ء کو نیروبی کی بندرگاہ اور تنزانیہ میں دھماکوں سے ۲۲۴ امریکیوں کو اڑا دیا گیا۔ ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو یمن کی بندرگاہ عون میں امریکی جہاز کو بموں کے حملے کا سامنا کرنا پڑا جس سے ۱۷ امریکی فوجی موت کی بازی ہار گئے اور پھر ۱۱ ستمبر ۲۰۰۲ء کو امریکہ کی تاریخ کا بدترین سانحہ ہوا اور نیویارک میں بلند قامت عمارت ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو زمین بوس کر دیا گیا جس میں ہزاروں افراد ہی لقمہ اجل نہیں بنے بلکہ امریکی غرور بھی خاک میں مل گیا۔

یہ اعداد و شمار اس سوال کا جواب ہے کہ دنیا میں امریکہ کو ہی کیوں دہشت گردی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بحری جہازوں کو ہی کیوں بموں سے اڑایا جاتا ہے۔ اس

(باقی صفحہ ۸ پر)

قواعدِ زبانِ قرآن (حصہ اول، دوم)

نام کتاب: قواعد زبان قرآن (حصہ اول، دوم)
مصنف: خلیل الرحمٰن چشتی
صفحات مکمل سیٹ: ۱۷۰۰
قیمت: ۴۰۰+۶۰۰=۱۰۰۰ روپے
ملنے کا پتہ: الفوز اکیڈمی اسلام آباد

عربی سیکھنے کے لئے بازار میں بیسیوں کتابیں موجود ہیں جنہیں لکھنے والوں نے اپنے اپنے انداز میں ترتیب دیا ہے۔ ہر مصنف نے موثر ترین طریقہ اپنانے کی کوشش کی ہے۔ بلاشبہ ان کتب قواعد عربی میں نہایت بلند پایہ کتابیں بھی پائی جاتی ہیں۔ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی قواعد زبان قرآن ہے جو مصنف کی محنت، کاوش اور تحقیق کا منہ بولتا ثبوت اور قرآن فہمی کے ساتھ والہانہ شغف وانہماک پر شاہد ہے۔ یہ کتاب اس موضوع پر اردو میں لکھی جانے والی تمام کتب میں ممتاز اہمیت کی حامل ہے۔ کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو عربی زبان کے قواعد پر مکمل دسترس ہے۔ انہوں نے ہر عنوان کی تشریح وتفہیم نہایت جامع اور موثر انداز میں کی ہے۔ اس کتاب کی دیگر امتیازی خوبیوں کے علاوہ دو خوبیاں نہایت نمایاں ہیں۔ اول یہ کہ ہر قاعدہ سمجھاتے وقت اکثر وبیشتر مثالیں آیات قرآن سے دی گئی ہیں دوسرے ہر سبق کے بعد مشق کے لئے خاصہ مواد دیا ہے تاکہ طلباء ان کو سبق کے قواعد کی روشنی میں ازخود حل کریں نیز زبان سکھانے کے لئے رٹا لگانے کے طریقے کی بجائے مشق کے ذریعے قواعد کی تفہیم میں مہارت حاصل کرنے کا انداز اپنایا گیا ہے۔

کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں تیس باب ہیں جن کو ۱۳۶ سبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جبکہ دوسرے حصے میں سترہ باب ہیں جو ۱۱۷ اسباق پر مشتمل ہیں۔ ہر سبق کمال کی جامعیت کا حامل ہے۔ یوں اس کتاب سے استفادہ کرنے والا دوسری تمام کتب قواعد عربی سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ عربی صرف نحو کے مباحث پر یہ ایک قابل تعریف کام اور حد درجہ مفید کتاب ہے۔ کتاب کے آغاز میں ابتدائیہ کے عنوان سے جو الفاظ مصنف نے سپرد قلم کئے ہیں ان میں انہوں نے قرآن وسنت کے ساتھ وابستگی کو تمام مسائل کا حل قرار دیا ہے جس کے لئے لغت عربی سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔ پھر عربی سیکھنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے ترغیب دلائی ہے جس کے پیش نظر قواعد عربی کا سیکھنا سکھانا مبارک اور مقدس کام بن جاتا ہے۔

اس کتاب پر تبصرے کا حق تو عربی لغت کا کوئی ماہر استاد ہی ادا کرسکتا ہے تاہم بلا مبالغہ یہ کتاب جہاں طلبہ کے لئے مفید ہے وہاں اساتذہ کے لئے بھی راہنمائی مہیا کرتی ہے کیونکہ اس میں باریک اور دقیق مباحث کو دلنشیں انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی آیات سے بہت سی مثالوں، کثیر تعداد میں مشقوں کی وجہ سے اگرچہ کتاب کے حجم میں اضافہ ہوگیا ہے مگر اس سے اس کی افادیت کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ اگر مثالیں کم، مشقیں مختصر کر دی جائیں تو ضخامت کم کی جاسکتی ہے مگر اس صورت میں کتاب کی افادیت ضرور متاثر ہوگی۔

کتاب کے سفید کاغذ، خوشنما رنگوں کے استعمال، جلی حروف میں کمپوزنگ اور دیدہ زیب ٹائٹل نے حسن معنوی کے ساتھ ساتھ اسے ظاہری خوبیوں سے بھی مزین کردیا ہے۔ الغرض یہ کتاب عربی زبان سیکھنے کی خواہش رکھنے والے بالغ مبتدیوں خصوصاً تعلیم یافتہ حضرات جو قرآن کی تعلیمات سے روشناس ہونا چاہیں کے لئے ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوگی۔

مسلم مسئلہ کی تفہیم

مصنف : راشد شاز
ضخامت : ۱۲۰ صفحات
قیمت : ۸۰ روپے
ملنے کا پتہ : ملی پبلیکیشنز نئی دہلی ۲۵

ہندوستان میں پچیس کروڑ مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد کو وہاں اقلیت کی حیثیت حاصل ہے۔ اس طرح وہ انواع واقسام کے مسائل سے دوچار ہیں۔ ان کا اسلامی تشخص مسخ ہوکر رہ گیا ہے۔ اس صورت حال میں مسلم مصلحین کی بھی کمی نہیں رہی مگر اصل مسئلہ کی تفہیم کی طرف قابل ذکر پیش رفت نہیں ہوئی۔ یقیناً ان مصلحین میں بہت سے مخلصین بھی تھے جو امت کی زبوں حالی کو بہرصورت ختم کرنا چاہتے ہوں۔ کسی نے مسلمانوں کو سیاسی طور پر ابھارنا چاہا۔ کسی نے مذہبی آزادی کے لئے کام کیا۔ کسی نے تعلیمی پسماندگی دور کرنے کی کوشش کی۔ کسی نے ان کی معاشی زبوں حالی کے خلاف آواز اٹھائی۔ ان بنیادوں پر کی جانے والی جدوجہد کا جزوی ساوقتی فائدہ تو ہوا مگر اصل مسئلہ جس کی طرف مصنف نے توجہ دلائی ہے وہ بحالہ قائم رہا اور وہ مسئلہ ہے مسلمانوں کا فکری انتشار اور نظری ارتداد۔

مصنف نے اس کتاب میں اس بات پر زور دیا ہے کہ ہندی مسلمانوں کے اصل مسئلہ جس کو وہ ام المسائل کہتے ہیں، کا پورے شعور کے ساتھ ادراک کیا جائے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "عصر حاضر کے فقہاء کے لئے لازم ہے کہ وہ مسلم اقلیت کے لئے ایک غیر اسلامی نظام میں نئی فقہ تیار کرنے کی بجائے اپنی تمام تر ذہنی قوت اس مسئلے پر مرکوز کریں کہ اسلام کو دوبارہ اکیسویں صدی کے ہندوستان میں اور اس سے بھی آگے بڑھ کر عالمی سطح پر امت اسلامی کا ایجنڈا کیسے بنایا جاسکتا ہے۔ ... (کیونکہ) فکر اسلامی کی تشکیل نو کے بغیر فلاح وبہبود کا کوئی منصوبہ اور اصلاح معاشرہ کی کوئی کوشش نتیجہ خیز نہیں ہوسکتی۔" اس مقصد کے حصول کے لئے مصنف مسنون منہج انقلاب کی اہمیت کا احساس دلاتا ہے جس کے تحت نظام حق برپا کرنے کے لئے نظام کفر پر تیشہ چلانا ضروری ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "ایک ایسی امت سے انبیائی اخلاقیات کی توقع کرنا جس کی مسلسل نظام کفر میں تربیت ہورہی ہو نہ صرف زیادتی ہے بلکہ ایسی فرمائش کرنے والے دراصل دین ہی سے نہیں بلکہ عام انسانی تاریخ سے بھی اپنی ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں۔"

(تبصرہ نگار: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ)

بقیہ: منبر ومحراب

خالص امریکی آلہ کار ہے جبکہ کابل میں بھی ۱۱ ستمبر کے بعد پہلی بار امریکہ کے خلاف عوامی مظاہرہ کیا گیا۔ بعض خبروں کے مطابق وہاں کے عوام ایک بار پھر طالبان حکومت کو یاد کر رہے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ وہاں طالبان طرز کی کوئی تحریک دوبارہ شروع ہو جائے۔ تاہم ایک امکان یہ بھی ہوسکتا ہے کہ موجودہ حکومت جو زیادہ تر شمالی اتحاد کے نمائندوں پر مشتمل ہے دوبارہ روس کی طرف جھکاؤ ظاہر کر رہی ہو۔ اگر ایسا ہوا تو پاکستان کے لئے دوبارہ وہی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں جو ظاہر شاہ کے دور میں تھے۔ چنانچہ افغانستان میں معاملات اگر پہلے رخ پر چلے گئے تو ہمارے لئے شکر کا موقع ہوگا اور اگر حالات ظاہر شاہ دور حکومت کی طرف لوٹ گئے تو یہ گویا ہماری بداعمالیوں پر اللہ کی طرف سے ہمارے لئے ایک سزا ہوگی۔

بقیہ: تجزیہ

ہے۔ افغانستان میں وہ بری طرح پھنس چکا ہے یورپ اس سے نالاں ہو چکا ہے۔ روس دوبارہ پر پرزے نکال رہا ہے۔ اسلامی انقلابی جماعتوں سے وہ دنیا بھر میں چھپتا پھر رہا ہے۔ پورے امریکہ پر خوف طاری ہو چکا ہے اور اس کی حالت اس وقت اس لالے جیسی ہے جو مسلمان کی چھاتی پر سوار ہوکر رو رہا تھا کہ مسلمان نیچے سے اٹھ کر اسے مار دے گا۔ دنیا بھر میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم سے اب وہ خود خوفزدہ ہے کہ یہ ظلم زیادہ عرصہ تک برداشت نہیں کیا جائے گا ان شاء اللہ جلد وہ وقت آنے والا ہے جب شیطان بزرگ اپنے منطقی انجام کو پہنچ جائے گا۔

کاروان خلافت منزل به منزل

تربیتی اجتماع برائے حلقہ سرحد شمالی زیریں علاقہ جات

ماہانہ تربیتی اجتماع مورخہ ۲۹ جون ۲۰۰۲ء کو شب بسری کی صورت میں منعقد کی گئی جس میں تنظیم اسلامی خویشگی سمیت تمام اسروں کے معتدبہ تعداد کافی مشقت برداشت کر کے گرمی کی رات حلقہ کے دفتر میں بسر کی۔ تمام رفقاء نہایت انہاک و توجہ سے شریک ہوئے اور ان کی شرکت دیدنی تھی۔ آپس کی ٹھنڈک نے موسم کی گرمی میں کمی پیدا کی۔

خطابات میں مندرجہ ذیل موضوعات پر گفتگو ہوئی

سب سے پہلے ڈاکٹر حافظ محمد مقصود نے مختلف پہلوؤں سے قرآن اور سائنس کے باہمی تعلق و تائید پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد جناب ضمیر اختر صاحب نے سورۃ الرحمٰن کے پہلے رکوع پر تذکیری نوعیت کا خطاب کیا۔ نظام طعام کی ذمہ داری فضل ربی گلفام اور تنظیم خویشگی نے باہمی طور نبھائی۔

نماز فجر کے فوراً بعد اولوالالباب کے ایمان پر راقم نے ایمان کی حقیقت و ذرائع پر بذریعہ بورڈ روشنی ڈالی۔ آخر میں امیر محترم کا خطاب برعظمت قرآن بذریعہ ویڈیو سنایا گیا۔ ۲۵ رفقاء و ۲ احباب (جس میں تنظیم اسلامی خویشگی، اسرہ پنج پیر، اسرہ بونیر، اسرہ بٹخیلہ، اسرہ مردان، اسرہ بدرشی، اسرہ نوشہرہ کینٹ اور منفرد رفقاء شامل ہیں) نے پروگرام میں حصہ لیا۔ پروگرام کے آخر میں رفقاء نے اعانت و انفاق کے جذبے کے تحت اجتماع کے اخراجات میں اپنا اپنا حصہ ڈالا اور مسنون دعا پر شب بسری کا یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب کنندہ: ساوید احمد خان)

انجمن خدام القرآن ملتان کے زیراہتمام سود پر سیمینار

انجمن خدام القرآن ملتان کے زیراہتمام ۲۰ جون کو رضا ہال ملتان میں ایک خصوصی لیکچر کا اہتمام کیا گیا، جس کا موضوع تھا: ''پاکستان میں بلاسود بینکاری''۔ اس موضوع پر خطاب کرنے کے لئے صادق آباد سے جناب ڈاکٹر محمد طاہر ابرار تشریف لائے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا مقصد دنیا کے نئے چیلنجوں کا مقابلہ کرنا ہے اس لئے ہم بینکاری نظام کے خلاف نہیں بلکہ سودی کاروبار کے خلاف ہیں۔ ہم ''بینک فری اکانومی'' کی بجائے ''انٹرسٹ فری اکانومی'' کی ترقی چاہتے ہیں۔

انہوں نے سورۃ البقرہ کی آیات ۲۷۶ تا ۲۷۹ اور مختلف احادیث کے حوالے سے سود کی حرمت بیان کی اور اسلامی معیشت میں بلاسود بنکاری کے لئے ''متبادل قرض کے نظریے'' کے خدوخال کو واضح کیا، جس کے تحت ادھار لینا اور دینا دونوں مکمل طور پر سود سے پاک ہوں گے۔ اس نظام کے تحت معیشت میں افراط زر اور کم قدری زر (ڈی ویلیوایشن) نہ ہونے کے برابر ہو جائیں گی۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو کبھی بھی ترقی کی منازل طے کرنے پر قدغن نہیں لگاتا۔ وہ سرمائے کے چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جانے اور استحصال پر مبنی طاغوتی نظام کی جگہ عدل اجتماعی کا حکم دیتا ہے۔ صرف اسلامی معاشی نظام ہی دنیا کی مساویانہ ترقی کی ضمانت دے سکتا ہے۔ یہ خطاب سوا گھنٹہ جاری رہا۔ آخر میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ اس موضوع پر مزید گفتگو کے لئے اگلے دن صبح ساڑھے نو بجے تا گیارہ بجے دن تک قرآن اکیڈمی، آفیسرز کالونی ملتان میں ایک نشست کا اہتمام کیا گیا۔ (مرتب: پروفیسر محمد اکبر نور)

تنظیم اسلامی، اسلام آباد کا دعوتی اجتماع

تنظیم اسلامی اسلام آباد کے زیراہتمام ۲۰ جون کو دعوتی اجتماع ہوا۔ اس میں ۱۶ سے ۲۲ جون تک منعقد ہونے والی ملتزم تربیت گاہ کے لئے آئے ہوئے رفقاء گرامی کی شرکت کے لئے مرکزی ناظم دعوت و تربیت جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر نے خصوصی طور پر اہتمام کیا۔

رفقاء بوقت عصر جامع مسجد آفیسرز کالونی، قائداعظم یونیورسٹی اکٹھے ہوئے۔ یہاں ان کی گروپ بندی کی گئی اور ملحقہ چار مساجد میں درس قرآن کا اعلان کرایا گیا۔ گھر گھر دعوت دی گئی۔ بعد نماز مغرب جناب رحمت اللہ بٹر نے سورۃ الحج کی آخری تین آیات کے حوالے سے بحیثیت مسلمان ہماری دینی ذمہ داری اور حضور ﷺ سے تعلق کی بنیاد پر آدھے گھنٹے کا خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ نبوت حضور ﷺ پر ختم ہو چکی ہے اور حج الوداع میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب وہ لوگ جو یہاں موجود ہیں ان تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ گویا کہ ہم میں سے ہر شخص پر یہ فرض ہے کہ وہ خود بھی دین کا علم حاصل کرے اور اسے دوسروں تک بھی پہنچائے۔ بھلائی اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ مل جل کر اللہ کے دین کو قائم و نافذ کیا جائے تاکہ دنیا میں ظلم و ستم کا دور ختم ہو جائے اور امن قائم ہو۔ گویا نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے روکنا صرف دوسروں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اپنے ساتھ بھی بھلائی کا معاملہ ہے۔ اس عظیم مقصد کے لئے جماعت ضروری ہے۔ آخر میں تنظیم اسلامی کا تعارف اور طریق کار بیان کیا گیا اور دعا کے ساتھ اختتام ہوا۔ اس اجتماع میں تقریباً ۵۰ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ (مرتب: عمر فاروق)

مسجد دارالسلام جبی میں تنظیم کے دعوتی پروگرام

اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق اور تنظیم اسلامی میرپور کی مساعی سے تعمیر ہونے والی جامع مسجد دارالسلام، جبی نزد جاتلاں میں گزشتہ ڈیڑھ سال سے نماز جمعہ کا اہتمام ہے۔ خطابت کی ذمہ داری راقم مستقل طور پر ادا کر رہا ہے۔ گاہے گاہے دوسرے علماء کرام بھی تشریف لا کر کتاب و سنت کی دعوت پیش کرتے رہتے ہیں۔ ماہ مئی میں تنظیم اسلامی گوجرخاں کے امیر جناب مشتاق حسین تشریف لائے تھے اور بھرپور خطاب فرمایا تھا۔

۲۸ جون کو خطاب جمعہ جامع مسجد بی/۳ شہر میرپور کے خطیب محترم قاری محمد گلزار عابد نے ''دعوت رجوع الی القرآن'' کے موضوع پر دیا۔ یہ ایک ایمان افروز خطاب تھا۔ موصوف نے امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی قرآنی خدمات اور غلبۂ دین کی مساعی کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے انہیں موجودہ دور کا شیخ القرآن قرار دیا۔ قاری صاحب نے کہا کہ ہم نے زندگی میں بے شمار علمائے کرام کو دیکھا اور سنا مگر محترم ڈاکٹر اسرار احمد ایسے قرآن کے ماہر نہیں دیکھے۔

بعد نماز جمعہ ''جہاد بالقرآن'' پر امیر محترم کا خطاب بذریعہ ویڈیو سنایا گیا۔ احباب کی ایک کثیر تعداد نے یہ خطاب سنا۔ تنظیم اسلامی کی طرف سے علماء اور خطباء کو لٹریچر کی تقسیم پر مولانا عابد نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ ساڑھے چار بجے یہ نشست برخاست ہوئی۔ (رپورٹ: سید محمد آزاد)

اسرہ بٹخیلہ کی ماہانہ شب بسری

اس دعوتی و تربیتی پروگرام کا انعقاد محلہ خمبو (باڈوان، ضلع دیر) کی جامع مسجد الفاروق میں ہوا۔ ۲۵ مئی کو چار ساتھیوں پر مشتمل قافلہ اپنے نقیب کی امارت میں باڈوان روانہ ہوا۔ عصر تا مغرب رفقاء و احباب سے ملاقات کر کے انہیں اس شب بسری میں شرکت کی دعوت دی گئی اور قیام و طعام کے انتظامات مکمل کئے گئے۔

مغرب کی نماز کے بعد دعوتی پروگرام ہوا۔ اس نشست میں راقم نے سورۃ الصف کی آیت ۹ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت بیان کیا۔ اس دوران دین اور مذہب کے فرق کو بھی واضح کیا گیا۔ کھانے کے وقفہ کے بعد ایک تربیتی نشست میں شرکاء کو سورۃ العلق یاد کرائی گئی۔ عشاء کے بعد جناب احتشام الحق نے ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' کے موضوع پر خطاب کیا، جسے نہایت توجہ اور انہماک سے سنا گیا۔ بعد ازاں امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب جمعہ کا آڈیو کیسٹ سنا گیا۔ سونے سے پہلے رفقاء کو مسنون دعائیں یاد کرائی گئیں۔ اگلی صبح تلاوت قرآن حکیم اور نماز فجر کے بعد راقم نے درس قرآن دیا۔

تینوں دعوتی نشستوں میں اوسط حاضری ۳۵ رہی۔ اس شب بسری میں اسرہ کے سات رفقاء جب کہ احباب میں سے صرف ایک ساتھی جناب قاری محمد روز نے شرکت کی۔

(رپورٹ: شوکت اللہ شاکر)

ضرورتِ رشتہ

سرگودھا سے صدیقی خاندان کی غیر شادی شدہ شعبہ تعلیم سے وابستہ مذہبی رجحان کی حامل درج ذیل خواتین کے لئے مناسب رشتے درکار ہیں۔

۱) عمر ۴۰ سال، ایم اے (پولیٹیکل سائنس) بی ایڈ
۲) عمر ۴۹ سال، ایم اے (اردو) بی ایڈ
۳) عمر ۳۵ سال، ایم اے (اسلامیات) قاریہ
۴) عمر ۵۵ سال، ایم اے (اسلامیات، اردو، انگلش) بی ایڈ

رابطہ سردار اعوان: ۳۶۔کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

سرگودھا میں سود کے خلاف مہم

مرکز کی جانب سے ہدایات کے مطابق ماہ مئی میں معروف علماء سے ذاتی رابطوں اور امیر محترم کے کتابچوں کے سیٹ ہدیۃً تقسیم کرنے کی مہم شروع کی گئی۔ انہی دنوں امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد کے خطبات جمعہ نے حرمت سود کے حوالے سے پیش آمدہ صورت حال سے آگاہ کیا اور سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں اپیل کی سماعت کی طرف توجہ دلائی۔ حکومتی اقدامات اور شریعت بنچ میں ردوبدل نے ذہنوں میں ہلچل مچا دی۔

رابطہ مہم کے دوران علماء سے اس موضوع پر بات کی گئی۔ انہیں احساس دلایا گیا کہ علماء کی یہ دینی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا کردار ادا کریں اور عوام الناس کو خوابِ غفلت سے جگائیں۔ اس سے مثبت ردعمل ہوا۔ مسجد جامع القرآن میں معروف علماء کے دروسِ قرآنی کے پروگراموں میں جب یہ بات سامنے لائی گئی تو جناب مفتی شاہد مسعود، جناب مولانا ضیاء الحق اور جناب مفتی طاہر مسعود (مصباح العلوم) نے بہت حوصلہ افزائی کی۔ اس کے بعد عزیزم عمر فاروق کو ساتھ لے کر فرداً فرداً رابطے شروع کئے گئے اور علماء سے درخواست کی گئی کہ وہ ماہ ربیع الاوّل کے دوران سیرت کے جلسوں میں اس موضوع پر گفتگو کریں۔ اس کا ردعمل بھی مثبت ہوا، جس سے حوصلہ افزائی ہوئی۔ چنانچہ رئیس جامع ضیاء العلوم جناب مولانا ضیاء الحق کے دفتر میں میٹنگ کر کے ان کو آمادۂ عمل کیا۔ چند ابتدائی اُمور پر اتفاق رائے ہو گیا۔

۲ جون کو گیارہ بجے دن مسجد جامع القرآن، دفتر تنظیم اسلامی میں علماء کونسل سرگودھا کی ایک خصوصی میٹنگ ہوئی۔ ۱۰۰ کے قریب دعوت نامے دیئے گئے تھے۔ قریباً ۵۰ معروف علماء مختلف مکاتبِ فکر و مسلک ماسوائے شیعہ موجود تھے۔ سب نے اس مسئلہ کی اہمیت کو تسلیم کیا اور بروقت توجہ دلانے پر تنظیم اسلامی کا شکریہ ادا کیا۔ اجلاس میں مندرجہ ذیل لائحہ عمل متفقہ طور پر منظور ہوا:

۱) تمام کارروائی دفتر تنظیم اسلامی سے عمل پزیر ہو گی۔
۲) پریس کمیٹی تشکیل دی گئی، جو اخبارات میں پریس ریلیز، علماء کے بیانات اور اس مسئلہ پر علماء کونسل کی کارروائی کی اشاعت کا انتظام کرے گی۔
۳) جمعۃ المبارک کے اجتماعات میں مسئلہ سود کو موضوع بنایا جائے گا اور کونسل کی طرف سے جاری کردہ قراردادیں منظور کروائی جائیں گی۔
۴) علماء اپنے تمام عوامی پروگراموں میں اس مسئلہ کو اجاگر کریں گے اور مساجد میں اجتماعی دعاؤں کا حصہ بنائیں گے۔
۵) تمام بڑی مساجد کے صدر دروازوں پر بینرز آویزاں کئے جائیں گے۔ ان کی عبارتیں قرآن مجید اور احادیث سے ماخوذ وعیدوں پر مبنی ہوں گی۔ اس حوالے سے چار قسم کی عبارتیں منظور کی گئیں۔

الحمد للہ، دو دن کے اندر اندر ایک سو کے قریب بینرز شہر بھر کی بڑی مساجد پر آویزاں ہو گئے۔ تمام مساجد میں قراردادیں منظور ہوئیں اور اخبارات میں چھپیں۔ علماء نے مساجد اور سیرت کانفرنسوں میں اس مسئلہ پر خاصی تفصیل سے روشنی ڈالی۔

یہ کوشش اگرچہ ظاہری طور پر قبول عام ہوئی، تاہم مشاہدہ یہی ہے کہ قوم میں احساس لاتعلقی ایک قسم کے عذابِ الٰہی کے درجے میں پہنچ چکا ہے۔ آج کی اُمتِ مسلمہ نے اللہ کو بھلا دیا ہے، نتیجتاً اللہ نے ان کو اپنے نفس سے بے گانہ کر دیا ہے۔

(رپورٹ: ملک خدا بخش)

امیر حلقہ پنجاب (جنوبی) کا دورۂ صادق آباد

صادق آباد کی تنظیم کو بعض انتظامی امور کی وجہ سے حلقہ پنجاب (جنوبی) سے خارج کر کے براہ راست مرکز کے تحت کر دیا گیا ہے۔ یہ حلقہ وسعت پذیر ہے اور ضرورت تھی کہ تنظیم کا کوئی اہم عہدے دار یہاں کا دورہ کرے۔ اسی سلسلے میں حلقہ پنجاب (جنوبی) کے امیر جناب سعید اظہر عاصم اور تنظیم اسلامی ملتان کے امیر جناب ڈاکٹر طاہر خاکوانی شالیمار ایکسپریس کے ذریعے یہاں تشریف لائے۔ سٹیشن پر جناب محمد یونس بٹ موجود تھے۔ مہمانوں کے ٹھہرنے کا انتظام تنظیم کے دفتر میں کیا گیا تھا، جو کہ ہمارے رفیق جناب حکیم جماعت علی کے کلینک کے ایک کمرے میں واقع ہے۔ ہمارے معمول کے اجلاس بھی یہاں ہی منعقد ہوتے ہیں۔

سب سے اہم پروگرام اسی شام مغرب کے بعد صادق کلب میں ہونا تھا۔ یہ مینجمنٹ کا کلب ہے، جہاں تین سو افراد کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ مغرب کے بعد جناب حافظ خالد شفیع نے تمہیدی کلمات ادا کئے اور پھر ”موجودہ حالات میں ہماری دینی ذمہ داریاں“ کے عنوان سے جناب ڈاکٹر طاہر خاکوانی کا خطاب شروع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ افغانستان کی جنگ ہو یا عراق کویت جنگ یا اسرائیل فلسطین تنازعہ، یہ کوئی اچانک وقوع پزیر ہونے والے حالات نہیں بلکہ ایک سوچی سمجھی سکیم کا حصہ ہیں۔ اسرائیل کو سب سے زیادہ خدشہ پاکستان سے ہے کیونکہ یہ ایک مسلم ایٹمی طاقت ہے۔ یہ سب حیلے بہانے پاکستان کی ایٹمی قوت کو ختم کرنے کے لئے کئے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا، اگر خدانخواستہ اسے سیکولر سٹیٹ بنانے کی کوشش کی گئی تو یہ اپنی وجہ جواز کھو دے گا۔

نماز عشاء قریب واقع عیدگاہ میں ادا کی گئی۔ رات گئے تک تنظیمی امور پر مہمان امراء سے مقامی رفقاء کا مشورہ ہوتا رہا۔ رات بارہ بجے پہلی نشست اختتام پزیر ہوئی۔

اگلی صبح نماز فجر کے بعد مسجد گلزار مدینہ، جناح ٹاؤن میں جناب ڈاکٹر طاہر خاکوانی نے درس قرآن دیا۔ اس کے بعد بلدیہ صادق آباد کے سابق چیئرمین جناب چوہدری محمد شفیق نے ناشتے کی دعوت دی۔

صبح دس بجے سے دوپہر ڈیڑھ بجے تک تنظیم کے دفتر ہی میں انفرادی ملاقاتوں اور سوال و جواب کی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ نماز ظہر کے بعد غلہ منڈی کی جامع مسجد میں ”جہاد اور ایمان“ کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب نے درس دیا، جس میں تقریباً ایک سو افراد نے شرکت کی۔

دونوں مہمانان گرامی اسی شام ۵ بجے شالیمار ایکسپریس ہی سے ملتان روانہ ہو گئے۔

(رپورٹ: سجاد منصور)

تنظیم	اسلامی	کا	پیغام
نظام	خلافت	کا	قیام

ہدایات برائے شرکاء، مبتدی و ملتزم تربیت گاہ، بمقام میاندم (سوات)

ماہ جولائی میں میاندم میں منعقد ہونے والی مبتدی و ملتزم تربیت گاہوں میں شرکت کے لئے آنے والے رفقاء درج ذیل ہدایات پیش نظر رکھیں۔

۱) رفقاء اپنے ہمراہ بستر، نوٹ بک اور دیگر ضروریات کا سامان لے کر آئیں۔
۲) جہاں کہیں سے بھی روانہ ہو، تو مینگورہ سوات کو پہلی منزل بنائیں۔
۳) مینگورہ سوات پہنچ کر دوسری سواری میاندم کے لئے لینی ہو گی۔ جو کہ بس سٹینڈ کے اندر واقع شاہد فلائنگ کوچ سٹینڈ سے ملے گی یہ سواری براہ راست مقام تربیت گاہ میاندم تک لے کر جائے گی اور یہ سواری مغرب سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے تک دستیاب ہو گی۔ میاندم تک کا سفر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا ہے۔
۴) اگر یہ گاڑی نہ ملے اور مغرب کے لگ بھگ کا وقت ہو تو آپ کالام یا بحرین جانے والی کوچ پر سفر کریں اور فتح پور چوک پر اتر جائیں جہاں سے سڑک میاندم کے لئے علیحدہ ہو جاتی ہے۔
۵) فتح پور چوک پر رات ۹ بجے تک (مورخہ ۱۴ اور ۲۱ جولائی ۲۰۰۲ء کو) تنظیم اسلامی کی گاڑی ایسے مسافروں کے انتظار میں ہو گی۔
۶) تربیت گاہ میں شرکت کے لئے آنے والے رفقاء سے گزارش ہے کہ عصر سے پہلے مقام تربیت گاہ پہنچ جائیں تا کہ زحمت اور پریشانی سے بچ سکیں۔

provisional constitution but ironically has the authority to allow dictatorship to amend the original constitution. This court has now decided that we cannot live without riba. This is the supreme disgrace of the spiritual message of Islam at the hands of a Muslim "supreme" court.

Silence of our so-called religious leaders, religious parties, media, political analysts and above all the common man is sign a nationwide approval of going against Qur'an. It shows that we are close to facing the wrath of Allah the way other stubborn nations before us tasted bitter fruits of their much vaunted wisdom. Nothing can save a nation that considers its intellect superior than the divine wisdom and pins down its hopes in ways designed by enemies of Islam. Concerned officials of the sitting government and justices of the Supreme Court bear full responsibility for taking this nation in the direction of utter humiliation, disgrace and extinction as a living nation. This is one of the darkest and most disgraceful final chapters of our existence.

Occupied Pakistan

Mr Abid Ullah Jan's poignant and angry essay (June 25) accurately reflects how Pakistan is viewed not only by Western democracies but also many experts. A year ago, the Chief Executive himself admitted it was being perceived as a failed and a terrorist state. Nor should we forget that President Bush, who considers General Musharraf a close friend, himself called Pakistan a failed state. But what is a failed or failing state?

When the political elite is unable to guard a nation's democratic institutions, when it can function only by frequent emergency infusions of foreign aid, when society is plagued by sectarian violence, when laws diminish women and minorities, then it must be said - painfully, of course, - that it has failed or is failing.

Yet, in the US, some like Dr. Riffat Hassan have raised their voices in defence of Pakistan and have expressed the hope that Pakistan would soon become a "functioning" state. If General Musharraf were to contain sectarian violence, improve the rights of minorities, or denounce the Zia legacy and reaffirm the Quaid's socio-political vision, this potentially great country would be on its way.-BRIJEN K. GUPTA, NY, USA, via e-mail, June 26.

The Nation: July 10, 2002

بقیہ: فکر اقبال

اقبال اپنے زور بازو پر بھروسہ کرنے اور اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی نصرت طلب کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ مجہول، جامد اور غیر متحرک طرز زندگی کے قائل نہیں۔ وہ اس بات پر بھی یقین نہیں رکھتے کہ اپنی قوت کی کمی اور وسائل کی نایابی کو بہانہ بنایا جائے بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ حق پرست انسان اکیلا بھی ایک جماعت ہوتا ہے۔ مومن انتہائی ناسازگار حالات میں بھی اپنا مشن فراموش نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ سے مدد کا خواستگار رہتا ہے اور دعا کا ہتھیار استعمال کرتا ہے۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

انسان جب مرد مومن بن جاتا ہے تو تائید الٰہی اس کی قوت میں بے انتہا اضافہ کر دیتی ہے۔ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "...... میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے......" اقبال مومن کو اپنی اس عظمت کا شعور دیتے ہیں۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

علامہ اقبال حق و باطل کی اس کشمکش میں اہل حق کو باہم مربوط رہنے اور آپس میں پیار و محبت کا ماحول پیدا کرنے کی تلقین کرتے ہیں، اس طرح کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی پریشانی سے پریشان ہو جائے اور اس کی خوشی میں مسرت محسوس کرے مگر باطل کا مقابلہ کرتے وقت اس میں ہرگز لچک یا مداہنت کا مظاہرہ نہ ہو۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

یہی قرآن کی تعلیم بھی ہے، دیکھئے سورۃ الفتح کی آیت ۲۹ جس کا ترجمہ ہے:

"محمد خود اور آپؐ کے ساتھی باطل پرستوں پر شدید مگر آپس میں نرم دل ہیں۔"

اسی حقیقت کو علامہ اقبال دوسرے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں۔

مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر
شبستان محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

الغرض اقبال جواں مردی، صبر و ثبات، عزم و استقلال اور جرات و پامردی کا درس دیتے ہیں اور یہی صفات انسان کو زیب دیتی ہیں۔ جب بندہ مومن ان صفات سے متصف ہو جاتا ہے تو وہ ابنائے جنس کے لئے میر کارواں بن جاتا ہے۔

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

حقیقت تو یہ ہے کہ ساری کائنات محض انسان کے لئے بنائی گئی ہے۔ چاند، سورج، پہاڑ، دریا، صحرا اور جنگل غرض ہر چیز انسان کی خدمت میں لگا دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سب انسان صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے تو پھر نہ زمین رہے گی نہ آسمان اور نہ ہی پھول اور پھل رہیں گے کیونکہ جس انسان کی خاطر یہ چیزیں بنائی گئی تھیں جب وہ ہی نہ رہا تو اب ان کا وجود بے معنی ہے، لہٰذا ہر چیز فنا کر دی جائے گی۔ یوں سمجھئے کہ ہر شے انسان کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے اور انسان بندگی رب کے لئے تخلیق کیا گیا ہے۔ ع

سارا جہاں تیرے لئے اور تو خدا کے واسطے

مقصد تخلیق انسان واضح ہو جانے کے بعد یہ چیز ممکن نہیں رہتی کہ انسان سورج، چاند، گدھے، گھوڑے، گائے یا شجر و حجر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو جائے کیونکہ اپنے خدام کی بندگی تو نری حماقت ہے۔ اسی لئے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی بندگی کو ظلم عظیم کہا گیا ہے، جبکہ توحید باری تعالیٰ پر پختہ یقین انسان کو ہر قسم کے خوف و حزن سے آزاد کرتا ہے اور سکون و اطمینان کی زندگی عطا کرتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

☆ ☆ ☆

Supreme DISGRACE.

The Supreme Court "committed the unpardonable sin." It has "committed one of the biggest and most serious crimes...the theft of the presidency." The Supreme Court judges, "the perpetrators of this crime, have to be denominated criminals." They are "criminals in the very truest sense of the word." "And like typical criminals, the felonious five left their incriminating fingerprints everywhere, showing an unmistakable consciousness of guilt on their part." "Is there any limit to the effrontery and shamelessness of these five" Justices - the "judicial sociopaths"? Before someone jump to conclusions and call these words treason and contempt of the Supreme Court of Pakistan, let it be clear that by sheer coincidence it seems as if the words have been used for the Supreme Court of Pakistan. Whereas, in fact, this is what Vincent Bugliosj had to write about the US Supreme Court in February 05, 2001 issue of Nation magazine. Interestingly, he is not alone. Unlike an unusual silence in Pakistan over the Supreme Court's role (that begin with justifying dictatorship and all the tactics it used to whitewash itself and came to the extreme of ignoring Qur'anic injunctions to please the government on June 25), the US Supreme Court's ruling that, in effect, made Bush president has been furiously condemned by an array of law professors, editorial writers, and columnists, among many others. The New York Times said the ruling appeared "openly political" and that it "eroded public confidence in the Court." Furthermore, the cover of the December 25 New Republic showed a photograph of the United States Supreme Court over which was superimposed, in large capital letters, DISGRACE. Inside that issue, Georgetown University law professor Jeffrey Rosen, fulminated that the decision resulted in "destroying the legitimacy of the Supreme Court." In his December 19 New York Post column, Sidney Zion described "the judicial coup d'état that putsched George W. Bush into the White House." Eben Moglen, professor of law and legal history at Columbia University Law School, said: "The Supreme Court's politics, in addition to lacking integrity, were also foolish." Contrary to the reactions in US, our spineless approach towards Supreme Courts ruling and role since October 12, 1999 is beyond any comprehension. We have yet to see an article in Urdu or English press that would point out how brazenly our Supreme Court has wiped out all achievements made in the last 15-20 years toward Islamising our banking system. We have yet to see someone telling the people that the Supreme Court did not play an independent role. We have yet to hear that the Supreme Court went against Qur'an on clear instructions and directions from the government. Those who don't know the details must keep in mind that Federal Shariat Court of Pakistan in its landmark decision declared charging of interest as un-Islamic in 1991. But the government at the time, led by Prime Minister Nawaz Sharif, appealed against the verdict to the Supreme Court. In February 1999, the Sharif government tried to withdraw its appeal, but was not allowed to do so. In December 1999, Pakistan's Supreme Court declared interest charges by banks as un-Islamic and told the government to set up an interest-free economy by 2001. In a landmark decision, a four-judge bench of the Supreme Court in the city of Lahore said the charging of interest, known as riba, went "against the saying of the holy Prophet Mohammad and the Koran and Sunnah [traditions of the Prophet]".

The Supreme Court directed the government to set up a committee within a month to transform Pakistan's existing financial system. Two years was sufficient time for the committee to be made up of Islamic scholars, economists, bankers and chartered accountants, to come up with recommendations and concrete steps to evolve an interest-free banking system. Instead the government ignored the decision and avoided taking any serious step in the right direction. In 2001, it asked for another year to complete the process, but just before the deadline of June 30, 2002, it came up with a gun on UBL shoulders in the form of a review petition.

For going against the Qur'an, our government had to violate two legal principles at the same time. One, review petition needs to be submitted within 40 days of the decision, whereas in this case more than 400 days elapsed since the initial decision. Secondly, only that bench, which makes the initial decision, has the right to review a petition. In this unique case, the government purposely disbanded the original bench. Renowned religious scholar, Justice Mufti Taqi Usmani was removed from the bench. The government's circuitous argument was widely publicised through press and electronic media, whereas the counter argument just went unheard. On June 19, the government spokesperson openly declared that irrespective of interest being forbidden in Islam, the government has no option but to continue with the interest based banking.

Supreme Court was listening to the government. It so obviously caved in. And within days made a decision, which has not only stopped the long initiated process in its tracks but also proved without any reasonable doubt that a court that can compromise on the Qur'an can compromise on anything under the sun. It has proved that our Supreme Court is no more an independent body and that all the decisions taken through this body since October 12, 1999 are not impartial and in the interest of the nation.

Just imagine: How can a court make a sound judgement for a better future of this nation, which considers Qur'anic injunctions against its interests? Supreme Court is the body, which has approved dictatorship. It is the same body, which has approved whitewashing the same dictatorship with a sham referendum. It has allowed itself to work under

At the one hand there are calls for strengthening Busharrafism in Pakistan and on the other American analysts, such as David Ignatius (Washington Post July 5, 2002) suggest ways for waging a "long war of liberation in the Arab world." The proposed war is not for "liberating Arabs" from the clutches of dictators - which is Al Qaeda's slogan as well. It won't help them establish governments of their linking in places such as Egypt. The more than two billion dollars going annually into support of Mubarak's regime is not to help common man in Egypt at all. It is to protect a regime working against wishes of the majority.

We must not forget that the US can effectively install puppets and sustain them for some time as well. However, if it seriously considers changes in the political culture of the Muslim world, it has to keep in mind that it has no support of the "soft power," which is as important as hard military power and the raining dollars. Soft power lies is in the hands of ordinary people who hold the network of local institutions, indigenous culture, and religious values and norms dear and intact. They cannot be purchased by "open grants from Europe and the United States," as suggested by David Ignatius. The Americans in particular must keep in mind that hatred against America is the direct result of the policies whose dark side is kept secret from them. Busharrafism is one of them. Western analysts agree that Al Qaeda like movement is not an isolated phenomenon, but they fail to recognise its root cause. For instance, Wade Davis concludes in his recent column (IHT, July 6) that Al Qaeda is "manifestation of a deeper and broader conflict between those who have and those who have not." This, however, is not true. It is not a conflict between "have" and "have nots," but between the oppressor and the oppressed; the imposed rulers and the ruled; the people feeling proud of being Busharraf and the people going through agony of Busharrafism.

Sanctions, daisey cutters and occupations cannot defeat hatred. It can be vanquished only by humanity, and the best way to do it is to put pressure on Washington through the American people. To travel that arduous path, which alone offers Americans the security they crave, requires a recognition that one is not fully human until one acknowledges and affirms the need to freedom and independence of others.

We understand that so great is the decline of liberty in the US that the citizen today is notable who protests against injustice. He is not only notable, but even bizarre; the Americans tend to wonder that he has so little to do that he must interfere in government concerns. When Professor Chafee ventured to defend the rights of Americans to freedom of speech, there were Harvard alumni anxious for his removal from the university. It is déjà vu all over again. The Americans expect Bush and Powell to announce what organization of life is to be imposed; but when the ordinary citizen speaks, they are either amazed at his courage or indignant at his intrusion. Yet, after all it is the ordinary citizen who is affected by the US imposition of Busharrafism abroad.

The unnecessary pain that results from the Americans unwillingness to engage in active resentment of their foreign policy would increase with each passing day. In this over-dependent world, an American cannot sleep in peace if people in the far most corner of the world cannot go to sleep due to unjust policies of the US. The Americans acquiescence in their government's view of freedom and democracy enables dictators to deprive of basic freedoms millions of their people who might, otherwise, share in the gain as well as in the toil of living in a peaceful world. The Americans refusal to believe that foreign affairs are their business not less than that of the men at Capital Hill may well send the next generation, as it sent the last, to die on the battlefield at home and abroad. Yet civilisation means, above all, an unwillingness to inflict unnecessary pain. Within the ambit of that definition, those Americans who heedlessly accept the commands of authority and the official version of each story of the suffering lands, like Pakistan, cannot yet claim to be civilized men.

The US and its Allies are doubtless more powerful than at any period in the history of the world; but they are still dependent for that power on their willingness to obey the decent opinion of their subjects. The Americans must not support their government just because its intentions are sincere. A catalogue of the action of states undertaken from the highest possible motives could easily be made a list of errors now regarded as monstrous. No sincerity of purpose ever excludes the possibility of conduct for which no excuse can seriously be made. Calvin was completely sincere when he burned Serventus. The Inquisition served the highest motives when it imprisoned Galileo. George III was unquestionably sincere in his opposition to the American colonies and to Catholic Emancipation. In politics, at any rate, it is not only necessary to will what is right, but also to know what it is right to will. It is nice question whether more harm than good has not been done by governments who have been left unopposed because it has been conjectured that they were doing their best. The most passionate conviction of rightness is never a proof that we are not mistaken. It is time for the Americans to act and stop their government from imposing Busharrafism on others.

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام تربیتی کورسز

برائے ماہ جولائی 2002ء

14تا20جولائی2002ء	مبتدی	میاندم
21تا27جولائی2002ء	ملتزم	میاندم

Vol:11 Regd.CPL No.127 No.27

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

Americans! Say No to Busharrafism.

We can never have peace in the world unless the Americans say "No" to tyranny and injustice in unison with others. We are paying the price of their inertia, which enables them to plough their little furrow without an impending sense of contingent disaster. Undoubtedly, it saves them from the grim need to end their indifference to the problems around the world. Yet, it can be said with certainty that the price of inertia is the loss of freedom within and outside America together with the civic sense in the multitude. Men who insist that some particular injustice is not their responsibility sooner or later become unable to resent any injustice.

Pakistan is not that far away from the Americans to find out the reality behind half-truths their media is telling them. The New York Times (July 05), for instance. acknowledges that Pakistanis are "turning against Busharraf," but ignores the phenomenon of Busharrafism that makes people chafe and fret against insurmountable odds for freedom and democracy in many other Muslim countries like Pakistan. The way Bush and his company described perpetrators of 9/11 as "enemies of freedom and democracy" prevented Americans from discovering the reasons why the event actually occurred. Understanding "why" has further been obscured by subsequent denials of truth and continuation of the American anti-freedom and anti-democracy policies.

Dexter Filkins of the New York Times has rightly pointed out that Musharraf's "dutiful carrying out of Washington's demands is galvanizing a widespread feeling that he has largely traded away Pakistan's sovereignty to the United States." The American analysts trivially acknowledge that Bush has turned Musharraf into Busharraf, but no one asks, why, or what consequences would it have? As far we know, Musharraf seized power from an elected government in the best interest of the country. We stood behind him and he would definitely have chalked out pro-people policies, provided Washington had not assured him of full support to carry on with the dictatorship. The way he staged a fraudulent referendum; the way he is playing with the constitution; and the way he would bring in the people of his choice to national and provincial assemblies in October show that he has been pushed into this cycle of Busharrafism by the US.

The American public is shown but just one side of the picture. While the US policy has pushed almost all rulers in the Muslim world into one or another kind of repressive Busharrafism, Washington Post's editorial ("America's repressive allies," Dec. 31, 2001) could point out China as the only repressive ally. Consequently, most Americans seem content to attribute others' hatred toward America to irrationality of Muslims. Many in the US actually agree with Ann Coulter's statement <C:diatribesann_coulter.htm that the US should "invade their countries, kill their leaders and convert them to Christianity," (Town Hall, September 14, 2001). This, however, is not the solution. The solution for the Americans to live in peace is to say no to their government's policy of supporting Busharrafism in the Muslim world.

No matter how much the New York Times force the Americans to think that American "security would be gravely threatened" if Musharraf could not "deal smartly with the rising challenge to his pro-western, secular rule" (Editorial July 03, 2002), the fact remains that we do not judge our government on the basis of secularism and pro-Westernism. We judge our government by its legitimacy and its pro-people policies. For the people of Pakistan, Islamabad's role in the sham "war on terrorism" comes long after its responsibility to serve its people.

Removal of an elected government by Musharraf was not a major concern for the people. They felt betrayed as they saw it prolonging its rule by every available foul method under the auspices of United States. Governments of the US, by the US and for the US are not acceptable to anyone outside the US. And this is where "hatred of America" comes into play. No one hates America for nothing. No one feels jealous of its progress. And there is no "Islamic militant hatred of America" as the NY Times points out in its July 3rd editorial. People simply do not like to suffer and die at the hands of an illegitimate government for the sake of "American security."

The Western analysts make a mistake of presenting regimes, such as Karzai, Musharraf, Mubarak etc., as legitimate governments by virtue of Loya Jirga, referendum and sham elections respectively. Simon Chesterman writing in International Herald Tribune (July 5, 2001) declared, "Afghanistan has a government that is somewhat more representative than the one put in place by American bombs and UN diplomacy in December." To those who know the reality, there is not even a change of faces in Kabul. At the same time, calls to "liberate" Iraqi and other Arabs are on the rise, but there is no mention to Palestinians' liberations.

The idea is not to help Arab masses break out of their impasse, but to push the remaining countries into an unending cycles of Busharrafism.